



جاسوسی ناول سائٹ

یہ آپ سب کی سائٹ ہے آپ اس کام میں میری مدد کر سکتے ہیں
اگر آپ کے پاس بھی اشتیاق، ابن صفی یا دوسرے ناول ہیں
تو مجھے سکین کر کے بھیجیں

سائٹ پر دیے گئے گوگل اشتہار پر ہفتے میں ایک دو بار کلک کر دیں
تو یہ بھی میری مدد ہوگی

یوں میں اس کام کو مزید بہتر بنا سکتا ہوں

اپنی رائے ضرور دیں

maminhaj@yahoo.com

7
نصف کے قریب ملے ہوا تھا۔ انہوں نے یہی سوچا کہ آس پاس
کیسے ٹھہر جاتے ہیں... صبح لفت لیں گے۔

جس جگہ ان کی گاڑی رکی تھی... وہاں سڑک کے دونوں
طرف درخت ہی درخت تھے... اور رہائش کے قابل کوئی جگہ دور
دور تک نظر نہیں آرہی تھی... لہذا انہوں نے قاروق کو کسی اونچے
درخت پر چڑھ کر رات گزارنے کے قابل کسی جگہ کی تلاش میں
نظریں دوڑانے کے لیے کہا۔

قاروق بدروں کی سی پھرتی سے اوپر چڑھتا چلا گیا... یہاں
تک کہ درخت کے تین اوپر پہنچ کر اس نے چاروں طرف دیکھا...
پھر چلا اٹھا۔

”کرے! وہ مارا... اس طرف ایک عمارت ہے اور اس سے
دھواں اٹھ رہا ہے۔“

”آجاؤ پھر نیچے۔“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

گاڑی کو انہوں نے درختوں کے درمیان کھڑا کیا اور پھل
پڑے اس سمت میں... جلد ہی انہیں عمارت دکھائی دینے لگی...

”حیرت ہے... یہ تو جدید طرز کی عمارت ہے... کوئی
نما... بلکہ محل نما... یہ یہاں جنگل بیابان میں اس قدر شان دار کوئی
کس نے بنوائی... اسے یہاں رہنے کی کیا سوجھی...“

”انسپکٹر جمشید۔“ پروفسر چلائے۔

”خدا کے لیے جمشید...“ خان رحمان گھبرا گئے۔

6
”واہ... پچیس گھنٹے بے چارے خان رحمان...“ پروفسر
داؤد فیسے۔

”بھئی اب چڑھ بھی جاؤ... سورج غروب ہونے والا ہے...
پھر یہاں پناہ کی جگہ تلاش کرنا مشکل ہو جائے گا۔“

انسپکٹر جمشید نے ہر اسامہ بنایا... وہ گھر سے سیر کا پروگرام
لے کر چلے تھے اور ملے یہ تھا کہ کسی کیس میں خود سے نہیں الجھیں
گے... ہاں کوئی کیس خود گلے پر گیا تو اس کو دیکھ لیں گے... لیکن پہلا
تو یہی کوشش کریں گے کہ گلے نہ پڑے... اور جانا تھا انہیں سوناٹلی
سوناٹلی ایک نہایت پر فضا پاڑی مقام تھا... اس سے پہلے وہ

کبھی وہاں نہیں گئے تھے... ان دنوں انہیں چٹیاں تھیں... چنانچہ
تینوں نے مل کر سیر کا پروگرام بنایا اور بیڑوں کو شامل کر لیا... اس کے
لیے انہوں نے پرائیڈ طریقہ اختیار کیا تھا، یعنی پہلے خان رحمان اور
پروفسر داؤد کو گاناٹھا... پھر انہوں نے انسپکٹر جمشید کو مجبور کر ڈالا...
انسپکٹر جمشید نے اس پروگرام سے چپنے کے لیے خوب ہاتھ پاؤں مارے...
لیکن ان پانچوں کے مقابلے میں ان کی ایک نہ چلی۔

لیکن پھر عجیب اتفاق ہوا... ان کی گاڑی کا تائر پھٹ گیا...
تائر چڑھا کر آگے بڑھے تو دوسرا بھی پھٹ گیا... اب وہ آگے بڑھے
کے قابل نہیں رہے تھے... دو ہی طریقے تھے... یا تو وہاں کسی سے
لفت لی جاتی اور وہ سوناٹلی پہنچ جاتے... وہاں سے تائر مرمت کروا...
کا انتظام کرتے... یا پھر رات وہیں کیس ٹھہر جاتے... فاصلہ ابھی

”کیا ہوا؟“

”حوالی ہو گی کسی نے... ہمیں کیا... ہمیں تو بس رات گزارنا ہے اور پھر آجے چلیں گے... لہذا کوئی سوال تو ہمیں میں نہ اڑے۔“

”اچھی بات ہے۔“ وہ مسکرائے۔

”لہجہ بہ لہجہ وہ نزدیک ہوتے چلے گئے... اچانک کوئی سخت سی چیز فاروق کی پیشانی میں زور سے لگی... وہ چلا اٹھا اور سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔“

”ہاہاہاہ... دیکھا میرا نشانہ... کتنا زبردست ہے۔“

”انہوں نے کسی لڑکی کے ہنسنے کی آواز سنی اوھر اوھر دیکھا تو وہ ایک درخت کے پتوں میں چھپی نظر آئی... اس کے ہاتھ میں غلیل تھی... اس کی عمر چودہ چودہ سال کی ہوگی۔“

”یہ کیا حرکت تھی۔“ فاروق جھلا اٹھا۔

”میں صرف یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ میرے نشانے میں چھٹی آئی ہے یا نہیں...“

”حد ہو گئی... کیا اس کے لیے کسی کی پیشانی کو نشانہ بنانا ضروری ہے... آپ کوئی چیز رکھ کر اس پر نشانہ لگا سکتی تھیں۔“

”وہ تو میں کرتی رہتی ہوں... لیکن جو مزا اس وقت آیا ہے... کسی چیز پر نشانہ لگانے کا وہ مزا نہیں آتا۔“

”خوب پھر مجھے بھی اجازت دیں... میں بھی اپنا نشانہ آزما لوں ذرا۔“ یہ کہہ کر فاروق نے وہی گولی اٹھالی... جو غلیل میں رکھ کر اس

نے ماری تھی... گولی شیشے کی تھی... اس جیسی گولیوں سے بچے عام طور پر کھیلتے نظر آتے ہیں۔

”ارے... تو کیا آپ بھی اپنا نشانہ آزمانا چاہتے ہیں۔“

”اب تو آزمانا پڑے گا۔“ فاروق نے جمل کر کہا... باقی لوگ

مسکرا رہے تھے... فاروق کی پیشانی پر ایک گولا سا بھر آیا تھا۔“

”لیکن آپ کے پاس تو غلیل نہیں ہے۔“

”اس کے لیے یا تو آپ اپنی غلیل دے دیں... یا پھر میں بغیر غلیل کے کام کروں گا۔“

”نہیں... غلیل لے لیں... ورنہ آپ کہیں... میرا نشانہ

اس لیے ٹھیک نہیں بیٹھا کہ غلیل کے بغیر لیا گیا تھا۔“

”اگرچہ میں یہ نہ کتا... لیکن پھر بھی آپ غلیل پھینک دیں۔“

”اس نے غلیل نیچے گرا دی... فاروق نے اٹھا کر گولی اس میں رکھی اور نگاہوں کو کھینچنے... نشانہ اس نے بھی لڑکی کی پیشانی کا لیا تھا۔“

”نہیں فاروق... بری بات۔“ انسپکٹر جمشید نے اسے

ڈانٹا۔

”ان کی بات بھی اچھی نہیں تھی۔“

”لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب تم ان کی پیشانی رنگ

دو۔“

”ظہر نہ کریں انکل... یہ بے چارے نشانہ نہیں لے سکیں

گے۔“

”کیا مطلب؟“ فاروق چیخا۔

”میری پیشانی کا نشانہ آپ نہیں لے سکیں گے۔“

”یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“

”بجربہ کر لیں۔“

”نہیں فاروق... پیشانی زخمی ہو جائے گی۔“

”اور آپ نے ان کی حرکت نہیں دیکھی۔“

”یہ تم سے معافی مانگ لیں گی...“

”خیر یہ تو نہیں ہو گا۔“ لڑکی فوراً بولی۔

”کیا نہیں ہو گا۔“ انسپکٹر جمشید اس کی طرف مزے۔

”میں ان سے معافی ہر گز نہیں مانگوں گی۔“

”دیکھا آپ نے... اب غلیل چل جانے دیں۔“

”ابھی بات ہے... یہ معاملہ تو پھر شاید اسی طرح برابر ہو

گا... تاہم فاروق... تم زیادہ زور سے ریڈ نہیں کھینچو گے۔“

”آپ پھر ان کو رعایت دے رہے ہیں... انہوں نے پوری

طرح ریڈ کھینچ کر گولی ماری تھی۔“ فاروق نے جھلا کر کہا۔

”اس میں شک نہیں۔“ لڑکی چمکی۔

”آپ نے سنا۔“ فاروق بھڑا کر بولا۔

”ہاں! سنا... لیکن تم میری ہدایت پر عمل کرو گے۔“ ان

کے لہجے میں سختی تھی۔

”نہیں انکل... اس طرح حراشیں آئے گا۔“ لڑکی نے پکار

کر کہا۔

”کس طرح۔“

”اس طرح کہ یہ رعایت کریں... انہیں پوری طرح نشانہ

لینے دیں... پورے زور سے ریڈ کھینچنے دیں... پھر یہ گولی چھوڑیں۔“

”پیشانی سے خون نکل آئے گا اور میں اس کو پسند نہیں

کروں گا۔“

”آپ کے پسند کرنے نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے... یہ ہمارا

علاقہ ہے... ہماری حدود میں... آپ تو یہاں اچلی ہیں... ہم جس

طرح چاہیں گے، آپ کے ساتھ سلوک کریں گے...“ لڑکی نے

بجیب سے انداز میں کہا۔

”کیا مطلب... ہم سمجھے نہیں۔“ خان رحمان چونکے۔

”آپ اس وقت ہمارے علاقے میں ہیں... ہم آپ کے

ساتھ جو چاہیں، سلوک کر سکتے ہیں۔“

”کیا یہ کوئی ریاست ہے۔“ انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا۔

”ارے نہیں... لیکن یہ زمین... یہ سارا علاقہ میرے بابا کا

خرید ہوا ہے... اور وہ اس جگہ کے مالک ہیں... آپ اس وقت ہماری

خریدی ہوئی زمین پر کھڑے ہیں... آپ یہاں آئے کیسے... آپ کو تو

گرفتار کیا جاسکتا ہے۔“

”ہمیں راستے میں کہیں لکھا نظر نہیں آیا کہ یہ پرائیویٹ علاقہ

ہے۔“

آئے گی... اول تو میں ہی ان کے لیے کافی ہو جاؤں گی۔“
 ”کیا مطلب... کیا مطلب؟“ انہیں کچھ شید نے ہر طرح
 چوبک کر کہا۔

”کیا میں کچھ غلط کہہ گئی۔“

”ہم یہاں کسی مقابلے کے لیے نہیں آئے... نہ ہماری آپ سے کوئی دشمنی ہے... گولی بھی آپ کی طرف سے چلائی گئی تھی... اب بھی ہم گولی نہیں چلانا چاہتے... آپ ہی ضد کر رہی ہیں... لہذا مقابلہ کیسا... آپ نے اگر ہماری آد کو برا محسوس کیا ہے تو ہم بیس سے لوٹ جاتے ہیں... دراصل ہماری گاڑی خراب ہو گئی تھی... ہم اس طرف آگئے کہ شاید کوئی بد دل سکے۔“

”یہ سب باتیں بعد میں... پہلے غلیل سے نشانہ لیں... یاد رکھیں... اگر ان کا نشانہ فٹ نہ بیٹھا... میری پیشانی سے خون نہ بہا تو میں ڈبو کو نہیں روکوں گی... بلکہ اسے آپ پر حملہ کرنے کا حکم دوں گی اور یہ میری باتیں اس طرح سمجھتا ہے... جیسے ایک انسان دوسرے کی باتیں... آپ نے دیکھ ہی لیا ہو گا کہ میرے رک جاؤ کہتے ہی اس نے خود کو اس طرح روکا تھا جیسے کسی گاڑی کو بریک لگائے ہوں۔“

”ہاں واقعی... اور یہ دیکھ کر مجھے بہت حیرت ہوئی تھی۔“
خان رحمان بولے۔
”صرف آپ کو حیرت ہوئی تھی... باقی لوگوں کو کیوں

”ڈوبو اگر چلاؤ... خبردار... یہ میرے شکار ہیں... پہلے
میں ان سے مقابلہ ابروئوں کی... اگر میں ان سے شکست کھا گئی تو پھر
تمہاری باری آئے گی... اور اگر تم بھی ہار گئے... تو ڈوبی کی باری

حیرت نہیں ہوئی تھی؟“
”ہمیں بھی حیرت ہوئی تھی... فکر نہ کریں۔“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

”حیرت ہے... آپ مسکرا رہے ہیں... میرا خیال تھا، اب آپ لوگ خوف کی وجہ سے مسکرا نہیں سکیں گے۔“
”ہاں یونہی... جھوٹ موٹ کا مسکرا رہے ہیں۔“ فاروق نے کہا۔

”مم... میں۔“ فرزانہ نے کچھ کہنا چاہا۔

”ہاں! کو فرزانہ۔“

”وہ محسوس کر رہی ہوں۔“ اس نے دلی آواز میں کہا، لیجئے

میں خوف تھا۔

”میرا بھی یہی حال ہے۔“ انسپکٹر جمشید پھر مسکرائے۔

”سگ... کیا مطلب... کیا آپ بھی...“ فرزانہ کانپ گئی۔

”ہاں!“ یہ کہتے ہوئے انہوں نے پستول نکال لیا۔

”ارے! یہ کیا... آپ نے تو نکال لیا پستول... اب آئے گا

مزا... اب ہو گا مقابلہ۔“ لڑکی اور خوش ہو گئی۔

”یہ پستول آپ کے ڈبو کے لیے ہے... اگر اس نے اپنی جگہ

سے حرکت کی تو میں اس پر گولی چلا دوں گا۔“

”ایسی گولیوں کی پروا کرنے والا ڈبو نہیں۔“ لڑکی ہنستا لئی۔

”حد ہو گئی... کیا یہ صاحب پستول کی گولیوں کی بھی پروا

نہیں کرتے۔“

”بالکل نہیں... ابھی آپ کا ان سے تعارف نہیں... میرا مطلب ہے... ان کا آپ سے تعارف نہیں... اور یہ تعارف صرف عملی ہوتا ہے... زبانی نہیں۔“

اس کی باتیں ان پر ظاہر کر رہی تھیں کہ وہ اچھی بھلی پڑھی لکھی ہے... اور بہت اچھا بول سکتی ہے...

”میں تیار ہوں... گولی چلانے کے لیے۔“ فاروق پکارا۔

”میں بھی تیار ہوں۔“ لڑکی ہنسی۔

”اور میں ایک بار پھر کہتا ہوں... آپ خود پر گولی نہ چلوائیں۔“

انسپکٹر جمشید بولے۔

”یہ تو خیر نہیں ہو گا۔“

”اوکے... فاروق بسم اللہ کرو... اب کوئی رعایت نہ کرنا۔“

”اور میں نے ان سے کسی رعایت کی بھیک مانگی بھی نہیں۔“

لڑکی نے جل کر کہا۔

”لیکن یہ مقابلہ براڈ کا پھر بھی نہیں ہو گا۔“

”کیا مطلب؟“ فاروق کے منہ سے نکلا۔

”جب آپ نے گولی چلائی تھی، اس وقت ہمارا اساتھی زمین

پر تھا اور بے خبر تھا... آپ جب کہ درخت پر ہیں... مزا تو تب ہے...

کہ آپ نیچے زمین پر آکھڑی ہوں اور پھر ہمارا اساتھی غلیل چلائے۔“

”کوئی اعتراض نہیں... یہ لیں... میں نیچے آگئی۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ وحش سے نیچے آگئی... وہ حیرت زدہ رہ گئے... کیونکہ درخت بہت اونچا تھا اور وہ اس کے بالکل اوپر ولے جسے پر تھی... وہیں سے اس نے سیدھی چھلانگ لگائی تھی... اور اس قدم اونچائی سے چھلانگ لگاتے ہوئے شاید محمود، فاروق اور فرزات گھبرا اٹھے...

"یہ مقابلہ برابر کا اب بھی نہیں ہے... جب آپ نے غلیل چلائی تھی... اس وقت ہمارے ساتھی کو بالکل پتا نہیں تھا۔" خان رحمان پکار اٹھے۔

"تب پھر آپ کیا چاہتے ہیں۔" انہوں نے لڑکی کے چہرے پر الجھن صاف دیکھی۔

"پہلے آپ نشانہ لے کر دکھائیں..."

"گویا میں ایک بار پھر ان کی پیشانی چھوڑ دوں۔" لڑکی ہنسی۔

"اب ان کی نہیں... ان کی پیشانی چھوڑیں۔" انسپکٹر جیش

نے فرزات کو آگے کر دیا... لڑکی مسکرائی... اور بولی۔

"اوکے... غلیل اوھر پھینک دیں۔"

فاروق نے غلیل اس کی طرف پھینک دی... پھر گولی اچھال دی۔

"گویاں میرے پاس اور ہیں..." اس نے کمر پر کسی چٹنی کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے دیکھا... چمڑے کی چٹنی میں گولیاں رکھنے کے لیے بنائے ہوئے تھے... گویا یہ اس کا مستقل شوق تھا...

اور پھر اس نے فرزات کی پیشانی کا نشانہ لیا... اوھر فرزات بالکل تیار تھی... جو نئی لڑکی کا ہاتھ حرکت میں آیا... فرزات اپنی جگہ سے اٹھلی۔

لے لیا... یہ دیکھ کر ڈوب زور سے بھونکا... گویا وہ فاروق پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔

”نہیں ڈوب... ابھی نہیں۔“ لڑکی نے ہاتھ اٹھا کر اس سے کہا۔

پھر فاروق نے گولی چلا دی... لڑکی نے چپے کے لیے پر تو لے تھے... اور پھلانگ بھی لگا کی تھی... لیکن اس کے باوجود گولی اس کی پیشانی پر ہی گئی... اور انہوں نے خون بھی نکلنے دیکھا۔ لڑکی کی چیخ بہت لمبی اور ہولناک تھی... ان کے دل دہل سے گئے۔

”ڈوب... چیر پھاڑ دو انہیں...“ لڑکی چلائی۔
ڈوب تیر کی طرح اونچا اٹھا، پھر ان کی طرف نیچے گرتا نظر آیا... لیکن ابھی فضا میں تھا کہ اس کی پیشانی پر انسپکٹر جمشید کے پستول سے نکلنے والی گولی گئی۔

وہ دہشت ناک انداز میں دھاڑا... گر اور بری طرح ترپنے لگا... جلد ہی اس نے دم توڑ دیا۔

لڑکی اپنی پیشانی کو بھول گئی... اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔
”یہ... یہ کیا... ڈوب مر گیا... ڈوب مر گیا... سن نہیں... نہیں... ڈوب نہیں مر سکتا... ڈوب نہیں مر سکتا۔“ یہ کہتے ہوئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

ایسے میں انہوں نے ایک بوڑھی آواز سنی:

ایک دو تین

لڑکی کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں... اس رنگ اڑ گیا... شاید اس نے اپنا نشانہ پہلی بار چوکے دیکھا تھا... اس نے بو کھائے ہوئے انداز میں کہا۔

”یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“
”یہ جیسے بھی ہو سکتا ہے... اب آپ اپنی پیشانی کو چانے کو شش کریں... غلیل چلانے کی باری اب ہماری ہے۔“ انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

لڑکی ان کے لمبے پر ایک بار پھر چوکی... لیکن فوراً ہی اس نے خود کو سنبھال لیا اور پہلے جیسے شوخ لمبے میں بولی۔

”اوہ ہاں... کیوں نہیں... یہ لیں... غلیل اور گولیاں۔“
”ایک گولی کافی ہوگی...“ فاروق مسکرایا۔

”ایک ہی لے لیں...“ اس نے منہ ہٹایا... اب اس کی شوخ رخصت ہوتی محسوس ہو رہی تھی... اور شوخی کی جگہ غصہ لیتا جا رہا تھا۔

فاروق نے گولی غلیل میں رکھ لی... اور اس کی پیشانی کا نشانہ

”کیا ہوا میری جی... کیا ہو گیا کہ آج میں تمہارے رونے کی آواز سن رہا ہوں... میں نے تو خیال کیا تھا... تم رونا بھول چکی ہو۔ اور اب زندگی بھر کبھی نہیں روؤ گی...“

انہوں نے سفید بالوں والے ایک بوڑھے کو درختوں کے درمیان سے نکل کر آتے دیکھا، وہ درمیانے قد کا ایک دبلا پتلا سا آدمی تھا... سر کے بال بالکل سفید ہو چکے تھے... لیکن سر بالوں سے لہرا ہوا تھا۔

لڑکی نے جو بھی اس کی آواز سنی... وہ الجھ کر اس طرف گئی اور اس کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

”ڈیڈی... میرا ڈاڈا... میرا ڈاڈا۔“

”اوہ... ہو کیا گیا ہے... ڈیڈی کو۔“

اب بوڑھے نے اوہرا دھر دیکھا اور ڈیڈی کی لاش کو دیکھ کر کانپ سا گیا... پھر اس کی نظریں ان پر پڑیں اور چپک کر رہ گئیں۔

”یہ آپ لوگوں کا کام ہے۔“

”ہاں جناب! لیکن اس میں قصور ہمارا نہیں۔“

”اس کا فیصلہ آپ نہیں... میری بیٹی کرے گی۔“ اس

نے منہ ہٹایا۔

”کیا مطلب جناب... ہم سمجھے نہیں۔“

”آپ کو کیا سزا دی جائے گی... یہ فیصلہ شملی کرے گی۔“

”شملی... آپ اس لڑکی کو کہہ رہے ہیں۔“ انسپکٹر جمشید نے

پوچھا۔

”ہاں! میری بیٹی شملی... آج میں اس کی آنکھوں میں پھر

آنسو دیکھ رہا ہوں... جب کہ میرا خیال تھا کہ میں نے اس سے رونے

کا طریقہ سیکھ لیا ہے... جب اس کی ماں مری تھی... اس وقت یہ

پھوٹ پھوٹ کر روتی تھی... اس روز میں نے فیصلہ کیا تھا... اب

میری بیٹی کبھی نہیں روئے گی... اسے ایسے مشغلوں میں الجھایا جائے

کہ یہ رونا بھول جائے... لیکن تم لوگوں نے اسے پھر سے رونا یاد

دلا دیا۔“

”اس میں بھی ہمارا کوئی قصور نہیں۔“

”اس کا فیصلہ آپ نہیں... میری بیٹی کرے گی۔“

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... پھر انسپکٹر

جمشید نے کہا۔

”تب پھر آپ ذرا جلدی سے پوچھ لیں۔“

”میری جی... ان کے بارے میں کیا حکم ہے۔“

”شوٹ... شوٹ... ڈیڈی شوٹ۔“

”بہت خوب! آپ لوگوں نے سنا... میری بیٹی نے آپ

لوگوں کی موت کا فیصلہ سنایا ہے۔“

”تو عمل کریں...“ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

”کرنا ہو گا... ورنہ یہ ناراض ہو جائے گی۔“

”تب اب آپ ذرا جلدی کریں۔“

”کیوں ضرور نہیں۔“

یہ کہہ کر بوڑھے نے ان سب کی طرف اپنا پستول کر دیا۔
”ایک دو تین۔“ اس نے خبردار کرنے کے انداز میں کہا
پھر اس کا پستول گولیاں اگٹنے لگا۔

اور پھر پستول خالی ہو گیا۔ وہ ادھر ادھر لڑھکتے رہے تھے
اور درختوں کی اوٹ لے چکے تھے۔ پستول خالی ہونے پر بوڑھے نے
چاروں طرف دیکھا:

”یہ کیا... یہ میرا پستول تھا یا سلیمانی ٹوپی... وہ سب تو غائب
ہو گئے... یعنی ادھر وہ مرے، ادھر ان کے لاشے غائب ہو گئے۔
ہلبا... تم نے دیکھا بیٹی۔“

”نہیں۔“ لڑکی کی آواز ابھری۔

”کیا کہا... نہیں۔“ بوڑھا چونکا۔

”ہاں! میں نے یہی کہا ہے... نہیں... دیکھا۔“

”لیکن کیوں نہیں دیکھا... میں نے اتنی گولیاں چلائیں...
اور تم نے دیکھا تک نہیں۔“

”ہاں! نہیں دیکھا... یہ لوگ درختوں کے پیچھے زندہ
سلامت ہیں... آپ اب بوڑھے ہو گئے ہیں... ریٹائر... اب میں یہ
کام اپنے بھائی سے لوں گی... جوڑی... تم کہاں ہو... ہم یاد کرتے
ہیں۔“ اس نے گنگنا کر کہا۔

”میں آگیا ہے بی... بابا سے اتنی مرتبہ کہا... اب آپ بوڑھے ہو گئے ہیں... لہذا ختم۔“ انہوں نے ایک جوان کی چمکتی آنکھوں کی طرف دیکھا۔

”تن نہیں... میں بوڑھا نہیں ہوا... میں نے ان کی پھر کئی غلط اندازہ لگایا تھا... ایک موقع اور ہے بی... ایک موقع اور۔“

”یہ فیصلہ بھائی کرے گا... میں نہیں... کیوں جوڑی... تم اس بوڑھے کو ایک موقع اور دینا پسند کرو گے...“

”اوہ ہاں! کیوں نہیں... میں اپنا پستول دے دیتا ہوں۔ اب یہ اس کی قسمت...“ تو جوان نے عجیب سے انداز میں کہا۔

”کیا مطلب... کیا کس کی قسمت۔“ خان رحمان چونکے۔ انہوں نے اس لمحے اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس کیے۔

”آپ کو کیا ہوا انکل۔“

”ہمیں یہاں سے نکل چلنا چاہیے... یہ... یہ یوروں کی بستی ہے... میں نے اس کے بارے میں منور علی خان سے سنا تھا۔“

”کیا... کیا... یوروں کی بستی۔“

”ہاں! یوروں کی بستی... ان کا سردار یا سردارہ صرف اہ صرف وہ ہو سکتا ہے... جو سب سے زیادہ طاقت ور، سب سے زیادہ نشانے باز ہو... اور جو سردار اکثر درہو... وہ گیا کام سے۔“ انہوں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

”گیا کام سے... یعنی ہو گیا ریٹائر۔“

”جی نہیں... یہی تو مسئلہ ہے... وہ کام سے گیا... کا مطلب ریٹائر ہونا نہیں... اور ریٹائر ہونے کا مطلب بھی ریٹائر ہونا نہیں... زندگی سے جانا ہے۔“

”یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“ انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

”کیوں جمشید... ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔“ پروفسر داؤد مسکرائے۔

”وہ سب مسکرا دیے... ادھر انہوں نے دیکھا... ایک انتہائی طاقت ور، لہجہ ڈالو، میدان میں آگیا تھا۔“

”یہ لولاڑھے... یہ رہا پستول...“

”لہلہ... لیکن... وہ اب میرے سامنے نہیں ہیں۔“ بوڑھا گائب کر ہوا۔

”تم لوگ سامنے آ جاؤ... اگر تم میں ذرا بھی غیرت ہے۔“ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

”اب خان رحمان... اب کیا کریں... سامنے آتے ہیں تو بوڑھا مارا جاتا ہے۔“

”ہم سامنے نہیں جائیں گے... وہ اس صورت میں بھی مارا جائے گا... چلو جمشید... اب کچھ نہیں ہو سکتا۔“

”وہ درختوں کی اوٹ سے نکل کر ان کے سامنے آگئے۔“

”واہ... یہ تو بہت آسان شکار ہے۔“ تو جوان ہنسا۔

”لیکن بوڑھے کے لیے نہیں۔“

”یہ اس کی قسمت۔“

”نن نہیں۔“ بوڑھا چلا اٹھا۔

”اب نہیں یا ہاں کہنے سے کچھ نہیں ہو گا... شکار سامنے ہے... پستول ہاتھ میں... خوب نشانے لے لے کر فائر کرو... ہم منع نہیں کر رہے... دل کی ہمز اس نکال لو... لیکن اگر تم انہیں ختم نہ کر سکتے... تو پھر ریٹائر... کیوں بے غی۔“

”بالکل۔“ اس نے فوراً کہا۔

”اور پھر میں سردار۔“

”اس میں کیا شک ہے...“ لڑکی ہنسی۔

”نن نہیں۔“ بوڑھا لڑ گیا۔

”اب فائر کرو... وقت نہ ضائع کرو... تم اپنی موت کو ٹال نہیں سکتے۔“

”ٹھہرو... کیا یہ پاگلوں کی بستی ہے۔“ انسپکٹر جمشید نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”نن نہیں... یہ بوروں کی بستی ہے۔“ بوڑھا ول اٹھا۔

”آہا... تب تو میں ٹھیک سمجھا تھا... انسپکٹر جمشید... ہم یہاں سے نکل چلتے ہیں... منور علی خان کی یہی ہدایت ہے۔“

”کیا مطلب... منور علی خان... کک... کون منور علی خان.. کہیں تم اس شکاری کی بات تو نہیں کر رہے۔“ جوڑی زور سے اچھلا۔

”ارے باپ دے... یہ... یہ تو اپنے منور علی خان کو جانتے ہیں... حیرت ہے... کمال ہے۔“ پروفیسر داؤد حیرت زدہ رہ گئے۔

”اوہ... تو تم اس کے دوست ہے... اس شکاری کے۔“ بوڑھے نے خوش ہو کر کہا۔

”اس میں آپ کے لیے خوشی کی کیا بات ہے۔“

”میں نے اس کی مدد کی تھی... آج تم میری مدد کرو... مجھے ان سے چاہو۔“

”آپ تو ان کے سردار ہیں... ان کے بابا ہیں... پھر یہ کیوں آپ کو جان سے ماریں گے بھلا۔“ فاروق نے منہ ہٹایا۔

”میں ان کا سردار تھا، اب نہیں ہوں... اگر میری گولیاں خطائے جاتیں تو اب بھی ان کا سردار ہوں گے۔“

”آخر یہ کہی بستی ہے... کیا یہاں ہمارے ملک کا قانون نہیں چلتا۔“

”ہماری بستی... ہمارا قانون...“ لڑکی نے ہنس کر کہا۔

”بوڑھے... جلدی کرو... تجربہ کر لو... آخری تجربہ۔“

”اوکے... میں تجربہ ضرور کروں گا۔“

یہ کہہ کر اس نے پستول سے خان رحمان کا نشانہ لیا۔ وہ تیار ہو گئے... اور پھر بوڑھے نے بے درپے فائرنگ شروع کر دی... وہ سب وار چلتے چلے گئے... یہاں تک کہ پستول خالی ہو گیا۔

بوڑھے کی آنکھوں میں خوف پھیل گیا۔

”واہ مزا آگیا... میں سردار بن گیا... کب سے میں انتظار کر رہا تھا... اور خیال کر رہا تھا... کہ یہ بوڑھا نہ جانے کب مرے گا... لیکن شکر ہے... موت سے پہلے اس کی موت آئی۔“

”موت سے پہلے موت۔“ فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

”کیوں! کیا بات ہے۔“ نو جوان نے اسے گھورا۔

”میرا مطلب ہے... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔“

”یہ کیا بات ہوئی۔“ جوزی نے حیران ہو کر کہا۔

”وقت نہ ضائع کرو جوزی... ابھی ان لوگوں کی بھی باری

آئے گی... ویسے آج کا دن مزے کا دن رہا... بابا سے نجات اور کئی

دوسرے شکار... ان کے تڑپنے کا منظر کس قدر دل فریب ہو گا۔“

”ہاں شملی.. آج واقعی دل خوش کن منظر دیکھنے کو ملے گا۔“

یہ کہہ کر اس نے بوڑھے کا نشانہ لے لیا... اس کی انگلی ٹریڈر

پر دباؤ ڈالنے لگی... یہاں تک کہ اس نے فاروق کر دیا... لیکن اسی وقت

ایک فائر اور ہوا تھا... جوزی کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

”ارے! یہ کیا ہوا... جوزی... بابا زندہ ہے اور تھمارے

ہاتھ سے خون بہہ رہا ہے... یہ... یہ کیسے ہو گیا۔“ شملی پوری قوت

سے چلائی۔

”یہ میں نے کیا ہے۔“ انسپکٹر جمشید بول اٹھے۔

”سکک... کیا... نہیں... جھک جاؤ... سب جھک جاؤ...

جوزی کو گولی مار دو۔“

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ یاروں کی بستی کے سردار اب آپ ہیں۔“

”حد ہو گئی... ارے ابھی ہماری گاڑی خراب ہو گئی ہے...“

ہم یہاں صرف رات گزارنے کے لیے آئے تھے... اور آپ نہیں

سردار بنائے دے رہے ہیں۔“

”اب آپ اور آپ کے ساتھی یہاں سے نہیں جاسکتے...“

آپ کو یہیں رہنا ہو گا... ہمارے سردار بن کر... جب تک آپ زندہ

رہیں گے... سردار ہیں... یا پھر آپ کا نشانہ خطا جائے... تو آپ

سردار نہیں رہیں گے... لیکن اس صورت میں آپ کو اپنی جان سے

ہاتھ دھوٹا پڑیں گے۔“

”ارے باپ رے... خانہ رحمان... یہ کیا۔“

”یہ ٹھیک کہہ رہی ہیں... منور علی خان نے یہی بتایا تھا... وہ

ابھی یہاں سردار بن گئے تھے۔“

”ارے اچھا۔“ وہ دھک سے رہ گئے۔

اسی وقت ان گنت گولیاں نامعلوم سمتوں سے آئیں اور جوزی

کو چھنی کر گئیں... وہ تڑپ بھی نہ سکا...“

”یہ... یہ کیا ہوا۔“ انسپکٹر جمشید کھوئے کھوئے انداز میں

بولے۔

”نئے سردار کو سلامی نہیں دی گئی ہے... کیا وجہ ہے...“

لڑکی نے چیخ کر کہا۔

ان گنت لوگ دھم دھم کر کے درختوں سے کودنے لگے۔ انہوں نے دیکھا... وہ کئی سو تھے، سب کے سب جدید اسلحہ سے لیس تھے... پھر وہ سب ان کے آگے جھک گئے... رکوع کے انداز میں، لیکن ان کے ہاتھ گھٹنے پر نہیں تھے، ہاتھ لٹک رہے تھے۔
”یہ کیا کر رہے ہیں، ارے باپ رے۔“ انسپکٹر جمشید چلا اٹھے۔

”آپ ہمارے سردار ہیں... لہذا ہم آپ کے آگے جھک گئے ہیں... آپ کو پہلی سلامی دے رہے ہیں... اب جب تک آپ کا نشانہ خطا نہیں جاتا... آپ ہمارے سردار ہیں... جس دن نشانہ خطا ہو گیا... ہم آپ کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔“
”منور علی خان کا کیا ہوا تھا۔“

”وہ... حیرت انگیز آدمی تھے... نہ جانے کس طرح وہ ہم سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر نکل گئے۔“

”اچھا تم لوگ سیدھے ہو جاؤ... اور مجھے بتاؤ... میرے سردار نے کیا جھگڑا کیا فائدہ۔“

”ہم آپ کا ہر حکم مانیں گے... لیکن آپ کو یہاں سے جانے نہیں دیں گے۔“

”اور میرے ساتھی... یہ تو یہاں سے جاسکتے ہیں۔“

”نہیں جمشید... ہم بھی نہیں جاسکتے گے۔“ خان رحمان اگلے

”اوہو بھئی... مجھے ان سے بات کرنے دو۔“ انہوں نے برا

سامنے دیکھا۔

”اچھا۔“ وہ مسکرائے۔

”آپ یہاں عیش کریں... دنیا کی ہر چیز آپ کی خدمت میں پیش کی جائے گی... جو آپ کہیں گے... ہم کریں گے... لیکن آپ کو یہاں سے جانے نہیں دیں گے۔“

”اوہو... میرے سردار نے کیا آپ کو کیا فائدہ ہو گا۔“

”نہیں... ہمیں تو بس یہاں ایک سردار کی ضرورت ہوتی ہے... وہ ہمارے آپس کے معاملات کا فیصلہ کرتا ہے... ہماری بھلائی کے لیے ہر کام کرتے ہیں... ہمارے مسائل حل کرتے ہیں...“
”خدا ہو گئی... بھلا یہاں کون سے مسائل ہیں۔“

”آپ نے ابھی یوروں کی بستی کا معائنہ نہیں کیا... پہلا کام ہم یہی کریں گے... آپ سب لوگ ہمارے آگے آگے چلیں گے... ہم پیچھے... اس طرح آپ کو پوری بستی دکھائی جائے گی... پھر بستی کے لوگ ایک میدان میں جمع ہوں گے... وہاں آپ کو تاج پہنایا جائے گا... گویا آپ کی سرداری کا باقاعدہ آغاز کیا جائے گا۔“
”آپ لوگ ہمیں اجازت دیں... ہم بہت مصروف لوگ ہیں۔“

”اب یہ نہیں ہو سکتا... آپ یہاں سے ہر کر جائیں گے۔“

”حیرت ہے... ان حالات میں کون ہے وقوف یہاں کا

سردار جتنا پسند کرتا ہو گا۔“

”کوئی معمولی نشانے باز تو یہاں کا سردار بن نہیں سکتا... جو
بن جاتا ہے... وہ اور زیادہ نشانے بازی کی مشق شروع کر دیتا ہے...
اور یہ خیال کرتا ہے کہ آئندہ باقی زندگی میں اس کا نشانہ خطا نہیں
جائے گا۔“

”لیکن اس کا اندازہ کیسے ہوتا ہے۔“

”ہر سال یہاں نشانے بازی کا مقابلہ ہوتا ہے سردار کو سب
لوگوں کو ہرانا ہوتا ہے۔“

”یہ مقابلہ کیسے ہوتا ہے۔“

”یہ مقابلہ کل ہونے والا ہے... کل بابا کو اپنی نشانے بازی
ثابت کرنا تھی... لیکن ان کی جگہ آپ نے لے لی... اب آپ کو کل
ثابت کرنا ہو گا کہ آپ سے بڑا نشانے باز یہاں کوئی نہیں۔“

”اور بابا۔“

”بابا کی زندگی اور موت اب صرف آپ کی مرضی کے
مطابق ہو گی... آپ چاہیں گے... اسے گولی مار دیں گے... آپ
چاہیں گے... زندہ چھوڑ دیں گے۔“

انہوں نے بابا پر ایک نظر ڈالی... اچانک انہیں ایک عجیب
ساحس اس ہوا...

وہ تیزی سے بوڑھے کی طرف جھپٹے۔

☆...☆...☆

حرکت

نزدیک پہنچ کر انہوں نے اس کے سر کے بالوں کو منھ
میں پکڑ لیا... اس کے منہ سے چیخ نکلی گئی۔

”یہ... یہ کیا کر رہے ہیں... بوڑھا چیخا۔“

”خاموش۔“ وہ گر رہے۔

”کیا مطلب... خود ہی تو اس کی جان چائی اور خود ہی اب
اس پر یہ سختی... یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔“

”یہ آپ کے والد ہیں۔“ انہوں نے پوچھا۔

”نہیں... یہ کس نے کہہ دیا آپ سے۔“

”یہ یہاں کس کے باپ ہیں بھلا۔“

”اس کی اولاد مر چکی ہے۔“

”لیکن یہ سردار کس طرح جیتا تھا۔“

”یہاں سردار بننے کے لیے ایک ہی شرط ہے... اپنے نشانے
کے ذریعے دوسروں کو ہرا دینا... اس نے مقابلے میں سب کو ہرا دیا
تھا۔“

”اوہ... اوہ... خان زمان... اس بوڑھے کو رسیوں سے

باندھ لو۔

”سک... کیا مطلب... اس کی کیا ضرورت ہے... یہ بھلا یہاں سے بھاگ کر کہاں جائے گا اور یہاں سے بھاگ کر جانا آسان کام تو ہے بھی نہیں۔“

”تم بھول رہے ہو خان رحمان۔“ انہوں نے عجیب سے انداز میں کہا۔

”اور میں کیا بھول رہا ہوں...“ خان رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

”منور علی خان یہاں سے نکل گئے تھے۔“

”وہ ایک شکاری ہیں... انہوں نے اپنی شکاری قسم کی ترکیبوں پر عمل کیا ہو گا... اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہوں گے... لہذا وہ نکل گئے۔“

”یہ بھی نکل سکتا ہے... تم بس اسے باندھ دو۔“ یہ کہہ کر وہ لڑکی کی طرف مڑے۔

”اس کا گھر کون سا ہے... میں وہاں جاؤں گا... اب وہاں کون رہتا ہے۔“

”اس کی اولاد کی اولاد... یعنی پوتے پوتیاں وغیرہ۔“

”بس ٹھیک ہے... مجھے وہاں لے جایا جائے۔“

”آخر اس کی کیا ضرورت ہے۔“ شملی نے حیران ہو کر پوچھا۔

پوچھا۔

”میں اس بستی کا سردار ہوں... سمجھے۔“ وہ غرائے۔

”اوہ ہاں۔“ لڑکی چونکی۔

”ویسے مجھے یقین نہیں آرہا۔“ وہ مسکرائے۔

”کس بات پر۔“

”مجھے بتانا ہوں...“ یہ کہہ کر انہوں نے تالی جاتی... پھر

پکار کر لے۔

”شملی کو پکڑ لیا جائے... اور باندھ کر ایک درخت سے الٹا

لٹکا دیا جائے۔“

”ارے ارے... یہ... یہ کیا۔“ شملی چلائی۔

میں اس وقت شملی کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا... پھر ساتھ ہی اس کے ہاتھ پیر باندھنے کا عمل شروع ہو گیا... دیکھتے ہی دیکھتے... وہ ایک درخت سے انٹی لٹکتی نظر آئی... اس حالت میں وہ بری طرح چارسی تھی۔

”آخر میرا جرم کیا ہے... قصور کیا ہے... پہلے یہ بتایا

جائے۔“

”کیا اس بستی کا سردار بغیر جرم کے کسی کو مہم حوالہ دے سکتا ہے یا

نہیں۔“ انہوں نے پوچھا۔

”ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔“

”کیا اس سے پوچھا جاسکتا ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟“

”نہیں۔“ لڑکی نے ست انداز میں کہا۔

”تب پھر مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہیں آپ۔“

وہ یک دم ساکت سی ہو گئی... جیسے اسے کوئی بات نہ سہی ہو۔

رہی ہو...

”مجھے بوڑھے کے گھر لے جایا جائے... بوڑھا ساتھ بیٹا

گا۔“ انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

”بھئی واو... آپ تو پورے پورے سردار لگ رہے ہیں۔“

فاروق ہنسنا۔

”چپ... خاموش... دور ہو جاؤ... میری نظروں سے۔“

وہ بلند آواز میں کہتے۔

قتیلوں بری طرح سم گئے... پروفیسر داؤد اور خان رشتہ

آئی ہو کھلا اٹھے... پروفیسر صاحب سے تورہانہ گیا۔

”بچ... جمشید... یار تم ٹھیک تو ہو۔“

”آپ دونوں میرے ساتھ رہیں... انہیں یہی رہ جائے۔“

دیں... آئیں بھی... ہم پہلے بابا کا گھر دیکھیں گے۔“

ایسے میں انہوں نے بوڑھے کو ایک حرکت کرتے دیکھا...

وہ اس کی طرف لپکے... وہ تینوں وہاں سے فوراً دوڑ پڑے۔

”یہ اباجان نے کیا کہا... دور ہو جاؤ... میری نظروں سے

ایسے انداز میں تو انہوں نے آج تک بات نہیں کی... یہ یہاں آ

انہیں یکا یک کیا ہو گیا۔“

”پپ پتا نہیں... محمود نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

”پہلے سب لوگوں کو آگے بڑھ جانے دو۔“ فرزانہ نے

سر کو ہٹا کر کہا۔

اب جیو ایک طرف چل پڑا... اور وہ وہیں کھڑے رہ گئے

تھے... یہاں تک کہ ان کے آس پاس کوئی بھی نہیں رہ گیا...

”کیا اب یہاں درختوں پر کوئی نہیں رہ گیا۔“ فرزانہ نے

دلی ہوئی آواز میں کہا۔

”نہیں... درختوں پر سے وہ لوگ پہلے ہی کود گئے تھے...“

”لیکن ان لوگوں نے ہمیں یہاں تنہا کیوں چھوڑ دیا۔“

”اب ہم سردار کے بچے ہیں... انہیں سردار کے فرار

ہونے کا خوف تو ہو سکتا ہے... ہمارا انہیں... یعنی ہم اکیلے بھلا کیوں

فرار ہوں گے۔“

”لیکن اباجان نے یہ کیوں کہا تھا... دور ہو جاؤ میری

نظروں سے۔“ محمود نے ابجھن کے عالم میں کہا۔

”یہ ان کی طرف سے اشارہ تھا... آؤ جلدی کرو۔“ فرزانہ

نے کہا اور سڑک کی طرف دوڑ لگا دی۔

”کیا مطلب؟“ محمود نے پوچھا کہ کہا۔

”جلدی کرو۔“ وہ تیز اور سرد آواز میں بولی۔

پھر تینوں پوری رفتار سے دوڑ پڑے... انہیں کسی نے نہ

روکا... نہ کوئی ان کے راستے میں آیا... لہذا ان کے بغیر ان کا سفر جاری

رہا... یہاں تک کہ وہ اپنی کار کے پاس پہنچ گئے...

”دراصل اس وقت یہ معلوم نہیں تھا کہ ہم بچس جا گئے... اور ہمارے موبائل کار میں رہ گئے تھے۔ اسی لیے اب جاننا ہے جملہ کہا تھا...“

”لیکن کیوں... وہ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔“

”یہ کہ ہم اپنا کام کریں... انہیں ان کا کام کرنے دیں۔“ اور پھر وہ تینوں اپنے کام میں مصروف ہو گئے... ایسے انہوں نے ایک آواز سنی۔

”بہت خوب! بہت چالاک ہو تم۔“

وہ بری طرح اچھلے... انہوں نے دیکھا... ان کے سامنے ایک سیاہ پوش کھڑا تھا... اس نے سر سے ہیر تک سیاہ لباس پہنا تھا... آنکھوں کی جگہ بس دو سوراخ تھے... اس کے دونوں ہاتھوں میں پستول تھے...

”گک... کیا مطلب... آپ کون صاحب ہیں اور تعریف کس سلسلے میں کر رہے ہیں...“

”بھئی... تمہاری تعریف نہ کروں تو یہ زیادتی ہو گی۔“

”آپ کی مرضی... پھر... کریں تعریف...“ فاروقی بر اسامہ بتایا۔

”اس میں شک نہیں... تم لوگ بہت چالاک ہو... تیز ہو... وہاں بھی پہنچ جاتے ہو... جہاں تمہارے پیچھے کا کوئی تک نہیں ہوتا... اور تم لوگوں کے یہاں پہنچ جانے کا تو ایک فیصلہ

کوئی امکان نہیں تھا... لیکن افسوس... تم یہاں بھی پہنچ گئے۔“

”لیکن ہمیں بالکل کچھ معلوم نہیں تھا... کہ ہم کہاں آ گئے ہیں۔“

”نہیں... ناممکن۔“ اس نے سر کو زوردار جھٹکا دیا۔

”یہ کی کہا... نہیں... ناممکن۔“

”ہاں ایسی کہا ہے... نہیں ناممکن... وہ ہنسا۔

”یہ کیا بات ہوئی۔“

”انسپکٹر جشید بہت چالاک ہیں... دنیا میں ان جیسے دو چار اور چالاک پیدا ہو جائیں تو پوری دنیا کو آنکھوں پر نچا ڈالیں... اس بات کو لکھ لو... وہ یہاں پروگرام بنا کر آئے ہیں... بغیر پروگرام کے نہیں آئے...“ اس نے سخت لہجے میں کہا۔

”اوسے نہیں... یہ بات درست نہیں... سیر کا پروگرام ہم نے بنایا تھا...“

”لیکن سیر کا مقام کس نے تجویز کیا تھا؟“ اس نے طنز یہ انداز میں کہا۔

”اوہ ہاں! مقام انہوں نے تجویز کیا تھا۔“

”اس لیے کہ وہ جانتے تھے... راستے میں یوروں کی بستی پڑتی ہے... اور اسی جگہ انہیں نے آنا تھا۔“

”نہیں... اس جگہ تو ہمارا ٹائر چٹکڑ ہوا تھا۔“

”ٹائر انہوں نے خود چٹکڑ کیا تھا۔“

”خدا ہو گئی... ہے کوئی تک اس بات کی۔“

”اس کا مطلب ہے... تم بھی انہیں پوری طرح نہیں جانتے۔“

”یہ بات تو خیر ٹھیک ہو گئی... لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم انہیں بالکل نہ جانتے ہوں۔“ فرزانہ نے منہ ہلایا۔

”جانتے تو ہو گئے... مگر مکمل طور پر نہیں... اکثر باتیں وہ لوگوں سے بھی چھپا جاتے ہیں۔“

”شاید... یہ درست ہے... لیکن یہاں وہ سیر کے پر راز کے تحت ہر گز نہیں آئے... نہ انہوں نے مار خود پیچ کر کیا...“

”خیر... جب ملاقات ہو گی... پوچھ لینا... کیا اس وقت انہوں نے ہی تم لوگوں کو ادھر نہیں بھیجا تھا۔“ اس نے غصہ انداز میں کہا۔

”اوہ ہاں ایہ تو ہے۔“ وہ چونکے۔

”ہاں تو پھر... میری باقی باتیں بھی سو فیصد درست ثابت ہوں گی... تم لوگ دیکھ لینا۔“

”اوکے سر... ہم دیکھ لیں گے... اس وقت آپ کا پروگرام ہے۔“

”پہلے تم بتاؤ... تمہیں یہاں کس لیے بھیجا گیا ہے۔“

”سوری ایہ تو ہم نہیں بتائیں گے۔“

”خیر! میں ایک طرف ہٹ جاتا ہوں... تم پہلے اپنا کام کرنا۔“

”...“

یہ کہہ کر وہ واقعی الٹ قدموں دوڑ ہوتا چلا گیا... اس حالت میں بھی پیٹول اس کے ہاتھوں میں تھے اور ہاتھ ان کی طرف

تے تھے... جب وہ بہت دور تک پیچھے ہٹ گیا تو وہ اپنی گاڑی کی طرف بدھے... اس کا دروازہ کھولا اور موبائل والے خانے میں سے

موبائل اٹھانا چاہا... ایسے میں وہ سوچ رہے تھے... کہ یہ شخص بھی کتنا چالاک ہے... انہیں خود موقع دے رہا ہے...

اچانک محمود کا ہاتھ اٹھا کا اٹھا رہ گیا... خانے میں موبائل نہیں تھے... اسی لمحے سیاہ پوش کا قہقہہ ان کے کانوں سے نکل آیا۔

قہقہہ بلند ہوتا چلا گیا... وہ کسی طرح ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا... یہاں تک کہ وہ پریشان ہو گئے... تنگ آ گئے...

اور پھر اچانک قہقہہ رک گیا... ساتھ ہی اس نے ایک عجیب حرکت کی۔

☆...☆...☆

”تم اپنی جان خود لے لیتم... لیکن ابھی نہیں۔“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

”ابھی نہیں... کیا مطلب... جمشید۔“ خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

”مم... میں... جمشید... میں۔“ ایسے میں پروفیسر داؤد نے کچھ کہنا چاہا۔

”ابھی آپ چپ رہیں۔“ وہ بولے۔

”ال... لیکن...“ انہوں نے پھر کہنا چاہا۔

”نہیں... آپ چپ رہیں۔“ ان کا لہجہ سرد ہو گیا، پروفیسر داؤد اور خان رحمان لرز گئے... ایسے موڈ میں وہ ابھی بھی آتے تھے اور ان کا یہ موڈ حد درجے خوفناک ہوتا تھا... اس پاس والے کانپ جاتے تھے۔

”ہاں! میں نے کہا ہے... ابھی تم خود کشی بھی نہیں کر سکتے... اس کے ہاتھ کمر پر باندھ دو خان رحمان... اپنی خاص ڈوری سے۔“

”کک... کیوں جمشید... کیا یہ کھول لے گا مامری کو۔“

”ہاں! اس کا امکان ہے۔“

یہ کہہ کر انہوں نے وہ گولی چٹکی میں پکڑ کر اپنی جیب میں رکھ لی۔ خان رحمان نے جیب سے ڈوری نکالی اور اس کے ہاتھ کمر پر

بھوک

انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا... ہاتھ منہ کی طرف چارہ

تھا... بوڑھے نے مٹھی دہلی...

”کھولو اسے۔“ انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

”نہیں کھولوں گا۔“ وہ غریبا۔

”کیسے نہیں کھولو گے... میں کھولوں گا تمہاری مٹھی۔“

”تو پھر لگا کر دیکھ لو زور۔“

”یہ لو... لگا دیا زور۔“ یہ کہہ کر انہوں نے اس کی کلائی پر

زور صرف کیا... اس کی انگلیاں فوراً کھل گئیں۔

سب نے دیکھا... اس کی مٹھی میں ایک سیاہ رنگ کی ٹین ٹر گولی تھی۔

”یہ... یہ کیا... کیا یہ خود کشی کر رہا تھا۔“ لڑکی چلائی۔

”کیوں بابا... تم خود کشی کر رہے تھے۔“ انسپکٹر جمشید بولے

”ہاں! اور میں کیا کروں... اب میں جی کر کیا کروں گا۔“

اس بستی کا سردار سالہا سال سے چلا آ رہا تھا... اب کوئی دو کوڑی

بھی نہیں سمجھے گا... کیا اس سے یہ بہتر نہیں کہ میں اپنی جان خود

باندھ دیے، ایسے میں بھی وہ کہتا رہا۔

”مجھے مر جانے دو... مر جانے دو۔ اب میں کیا کروں گا؟“

”کر۔“

”اچھا یہ بات ہے... تمہیں مر جانے دیں۔“ انسپکٹر جمشید عجیب سے انداز میں بولے۔

”ہاں! مر جانے دیں۔“

”میں چاہتا تھا... تمہیں مر جانے کا موقع تمہارے گھر جا کر دوں... لیکن اگر تم اپنے گھر جانے سے پہلے ہی مر جانا پسند کرتے ہو تو یہ لو... خنجر... اور اتار دو اس کو اپنے پیٹ میں... خنجر زہر آلود ہے... ذرا سا پیستے ہی تمہاری موت واقع ہو جائے گی۔“

یہ کہہ کر انہوں نے اپنی پنڈلی میں اڑسا ہوا خنجر نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

”نن... نہیں... میں زہر کی گولی کھا کر اپنا کام تمام کرنا پسند کروں گا۔“

”میں نے بتایا تو ہے... اس خنجر پر زہر لگا ہوا ہے۔“

”نن... نہیں... مجھے... خنجر سے ڈر لگتا ہے۔“

”واہ... بسجی والوں نے بھی کتنا دلیر سردار چنا تھا... جسے بہت عجیب تھی۔“

خنجر سے ڈر لگتا ہے... اچھا تو تم زہر کی گولی کھا کر مرنا چاہتے ہو۔“

”ہاں اب بالکل... میری گولی مجھے دے دو۔“

”پروفیسر صاحب۔“ اب وہ ان کی طرف مڑے۔

”ہاں جمشید۔“ وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولے... کیونکہ انہیں انسپکٹر جمشید اس وقت دنیا کے عجیب ترین انسان نظر آ رہے تھے... ایک مدت سے ان کا آپس کا ساتھ چلا آ رہا تھا... لیکن آج انہیں محسوس ہو رہا تھا... کہ انسپکٹر جمشید کو جیسے زندگی میں پہلی بار دیکھ رہے ہوں۔“

”زہر کی ایک گولی اس شخص کی ہتھیلی پر رکھ دیں... ایسے زہر کی... کہ ادھر یہ اس کو زبان پر رکھے... اور اس کی موت واقع ہو جائے۔“

”اوکے۔“ وہ بولے۔

پھر انہوں نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی ڈبیا نکالی... اس میں سے ایک گولی نکال کر اس کی طرف بڑھا دی۔

”لو میاں... موت کی خواہش کرنے والے... یہ گولی کھا لو... ادھر تم گولی منہ میں رکھو گے... ادھر تمہارا کام تمام ہو جائے گا۔“

”نن... نہیں... وہ کانپ گیا۔“

”اب کیا ہو۔“ انسپکٹر جمشید نے... لیکن ان کی یہ ہنسی بھی بہت عجیب تھی۔

”مم... میں یہ گولی نہیں کھاؤں گا... نہ جانے اس کے کھانے سے کتنی تکلیف ہوگی... میں تو اپنے والی گولی کھاؤں گا۔“

”اس کے الفاظ ختم ہوتے ہی انسپکٹر جمشید نے ایک زمانے

دار تھپڑ اس کے گال پر دے مارا... وہ الٹ کر گرا۔

”یہ... یہ کیا کیا ہشید۔“ خان رحمان نے بوکھلا کر کہا۔

”خاموش۔“ وہ گرجے۔

خان رحمان کی سٹی کم ہو گئی۔

”اسے اٹھاؤ... اور اس کے گھر تک لو چلو... اب باقی بات

وہاں ہوگی۔“

”پپ پتا نہیں... کیا ہو رہا ہے۔“ شملی کی آواز سنائی دی۔

”ایک تو مجھے تمہاری سمجھ نہیں آتی... تم کون ہو۔“ انہیں

ہشید اس سے بولے۔

”مم... میں میں شملی ہوں... جوڑی کی بہن... جو مارا گیا۔“

”پہلے ہم نے خیال کیا تھا کہ تم اس بوڑھے کی بیٹی ہو۔“

”نہیں... وہ تو ہم اسے سردار ہونے کے ناطے بابا کے

رہے ہیں۔“

”تو کیا اب تم مجھے بابا کوگی۔“ وہ مسکرائے۔

”نہیں... آپ ابھی اتنے بوڑھے نہیں ہیں... آپ

سردار کہوں گی۔“

”یہ ریت یہاں کب سے چل رہی ہے۔“

”کون سی ریت۔“

”یہی... کہ اس بستی کا سردار وہی نے گا... جو نشانہ باز

میں سب سے بڑھ کر ہوگا۔“

”ایک زمانہ ہے، ہم نے جب سے ہوش سنبھالا... یہی

دیکھتے چلے آئے ہیں۔“ شملی نے کہا۔

”کوئی بوڑھا میری بات کا جواب دے سامنے آکر۔“

انہوں نے بلند آواز میں کہا... ایک بوڑھا مان کے درمیان

سے نکل کر سامنے آگیا، پھر اس نے کہا۔

”میں نے بھی جب سے ہوش سنبھالا... یہی دیکھتا چلا آیا

ہوں۔“

”اچھا خیر... یہ بوڑھا بابا آپ کے سامنے سردار بنا تھا۔“

”جی... جی ہاں بالکل۔“

”کیا اس کا نشانہ ہمیشہ سے اتنا پتہ چلا آ رہا ہے۔“

”نہیں... اس بات پر ہم سب حیران ہوئے تھے...“

”کس بات پر۔“

”یہ کہ نشانے بازی کے مقابلے میں اس نے کبھی کوئی نمایاں

کارنامہ تو دکھایا نہیں... آج اچانک یہ مقابلہ کس طرح جیت گیا۔“

”بہت خوب! چلو آگے۔“

وہ سب بوڑھے کے گھر تک پہنچ گئے... یہاں چاروں طرف

گھر نظر آرہے تھے... گویا بستی اصل میں یہی تھی۔

”یہاں تمہارے ساتھ کون کون رہتا ہے۔“

”میرے بھائی... میرے بیٹے... ان کی بیویاں۔“

”اس لاڑھے کے بھائی اور بیٹے باہر آجائیں۔“

”مطلب یہ کہ مرد عورتیں سچے... کیا سب کے سب آئیں گے۔“

”ہاں! اس روز کوئی شخص گھر میں نہیں رہ سکتا۔“
 ”بہت خوب! مزار ہے گا پھر تو۔“
 ”ارے... وہ... آپ کے بچے کہاں چلے گئے۔“ شملی کے منہ سے نکلا۔

”بھارتیادی تھی نا میں نے انہیں... ناراض ہو کر کہیں پیچھے رہ گئے ہوں گے... اب ہمارے رات گزارنے کا انتظام کیا جائے... اور محترمہ شملی صاحبہ... آپ ہمارے ساتھ رہیں گی... تاکہ ہمیں آپ کچھ پوچھنا ہو... کوئی اور کام ہو تو ہم آپ سے وہ کام تولے سکیں۔“
 ”اچھی بات ہے۔“ اس نے کہا۔

”اور بوڑھا سردار خان رحمان اور پروفیسر داؤد... آپ دونوں کی نگرانی میں رہے گا... خیال رہے... یہ فرار ہونے کی ہوش ضرور کرے گا۔“

”تم فکر نہ کرو... جمشید ہم اسے فرار نہیں ہونے دیں گے۔“

”لیکن بھی... یہ فرار ہو جائے گا۔“
 ”ہم سوئیں گے ہی نہیں۔“

”پکی بات۔“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔
 ”بالکل جمشید... تم فکر نہ کرو... ارے... یہ کیا۔“ خان

”ہم پہلے ہی باہر ہیں جناب۔“ جتھے سے ایک نوجوان نے کہا۔

”جناب نہیں سردار۔“ لڑکی نے گویا تعارف کرایا۔
 ”سردار... کیا مطلب... نشانہ بازی کا مقابلہ تو کل ہے۔“

نوجوان نے حیران ہو کر کہا۔
 ”ہاں! کل مقابلہ ہے... لیکن یہ آج سردار تن گئے ہیں... کل کے مقابلہ میں بھی یہ حصہ لیں گے۔“

”آج کیسے بن گئے۔“
 ”یہ تفصیل بعد میں آپ لوگوں کو کوئی بتا دے گا... آپ کچھ پوچھنا ہو... کوئی اور کام ہو تو ہم آپ سے وہ کام تولے سکیں۔“

صرف اتنا بتائیں... یہ آپ کے والد ہیں۔“
 ”جی ہاں بالکل۔“ اس نے حیران ہو کر کہا... جیسے کہہ رہا ہے

یہ کیا سوال ہوا۔
 ”آپ کے والد نے سرداری کا مقابلہ کب جیتا؟“

”کئی سال پہلے۔“
 ”مقابلہ جیتنے سے پہلے ان کی نشانہ بازی کیسی تھی۔“

”بس عام سی تھی... ان کے مقابلہ جیتنے پر ہم لوگ بھی حیران ہوئے تھے۔“

”خوب! کل مقابلہ دیکھنے کے لیے کیا سب لوگ آئیں گے۔“ وہ شملی کی طرف مڑے۔

”ہاں بالکل۔“

”کیا بات ہے۔“

”تم... اب... ویسے خوفناک نظر نہیں آئے تھے۔“

”وقت و وقت کی بات ہے... ویسے تم جب کمر میں ایسے خوفناک نظر آ سکتا ہوں۔“

”ارے باپ رے... ہمیں ڈر لگنے لگتا ہے جمشید۔“ پروفیسر داؤد بھٹا اٹھے۔

اور وہ مسکرا دیے... پھر بستی کے لوگوں کی طرف سے انہیں کھانا دیا گیا... انہوں نے پہلے کھانے کو چیک کیا... پھر اس کھانا... کھانے کے دوران انہوں نے آپ کی سنتوں کا پورا طرح خیال رکھا... اور وہاں موجود لوگوں کو بھی بتاتے رہے... وہ سن کر حیران ہوتے رہے... اس لیے کہ انہیں اسلام کے بارے میں بہت موٹی موٹی باتیں بھی معلوم نہیں تھیں۔

سو بنے سے پہلے انہوں نے خان رحمان اور پروفیسر داؤد سے کہا۔

”کیا آپ دونوں پوری طرح ہوشیار ہیں۔“

”ہاں جمشید... فکر نہ کرو۔“

”فکر تو خیر میں کروں گا۔“ انہوں نے کہا۔

”کیا مطلب...“ دونوں ایک ساتھ بولے۔

”ہیں... مطلب اب میں تمہیں بتا سکتا۔“ انہوں نے

”ارے باپ رے... محمود، فاروق اور فرزانہ اب تک نظر نہیں آئے۔ وہ کہاں ہیں... اور جمشید... تم ان کے بارے میں فکر مند کیوں نہیں ہو۔“

”صرف فکر مند ہونے سے کیا ہوتا ہے... اگر وہ صبح تک نہ آئے تو ہم ان کی تلاش میں نکلیں گے۔“

”ارے باپ رے... اس طرح تو بہت دیر ہو جائے گی۔“

”پروانہ کرو... وہ سیدھی کھیر نہیں ہیں۔“ وہ مسکرائے۔

”سیدھی کھیر نہیں ہیں... کیا مطلب۔ یہاں کھیر کا ذکر کہاں سے نکل آیا۔“ پروفیسر بولے۔

”محاورہ ناکل آیا۔“ انہوں نے ہنس کر کہا۔

”لیکن جمشید... یہ برا ہوا۔“ پروفیسر داؤد گھبرا گئے۔

”کک... کیا مطلب... برا کیا ہوا۔“

”مم... مجھے کھیر کی بھوک لگ گئی۔“

وہ ہنس پڑے... پھر انہیں جمشید شملی کی طرف مڑے...

”بستی کے کسی صاف گھرانے سے کہا جائے... ہمارے لیے کھیر تیار کی جائے۔“

”او کے سردار...“ شملی نے کہا اور ان کے پاس سے جانے لگی۔

”نہیں بھی... یہ تمہیں ہو سکتا۔“

انہوں نے ایک دم شملی کی کلائی پکڑ لی... اچانک ان کے جسم کو کھینٹ لگا...
وہ اچھل کر گرے۔

سیاہ پوش

سیاہ پوش نے ققمہ ختم ہونے پر اپنا پستول ہوا میں اچھال دیا... اور اچھا لگتی ان کی طرف... وہ ان کے پیروں کے پاس گرا... فوراً ہی ایک دھماکا ہوا... پستول دھماکے سے پھٹا تھا... وہ اونچے اچھلے اور گرے... کرتے ہی ہے ہوش ہو گئے... ہوش آیا تو بری طرح رسیوں سے جکڑے ہوئے تھے اور سیاہ پوش ممکن سے انداز میں ان کے پاس آکڑوں بیٹھا تھا۔

”میں تو اس طرح بیٹھا بیٹھا تھک بھی گیا۔“

”کما کس نے تھا، اس طرح بیٹھنے کے لیے۔“ فاروق نے جلتے انداز میں کہا۔

”تم لوگوں کے ہوش میں آنے کا انتظار تو کرنا ہی تھا۔“

”وہ پستول کیسا تھا۔“ محمود نے پوچھا۔

”اچھا تھا... خوب صورت تھا... اس کے بٹا ہونے کا افسوس رہے گا۔“

”وہ ہم کی طرح کیوں پھٹ گیا۔“

”پاگل تھا... بے وقوف تھا... اسے تو میں کسی پٹاشے کی

”اوہو اچھا۔“ فاروق نے منہ مایا۔
”تجربہ کر لو... یہ لو... میں آ رہا ہوں... تمہارے سامنے...
آؤ اور کرو...“

”وہ واقعی اس کے بالکل سامنے آکھڑا ہوا... اوہ فاروق سوچ رہا تھا کہ کیا کرے... کس رخ سے اس پر وار کرے... محمود اور فاروق کا انجام وہ پہلے ہی دیکھ چکا تھا... دونوں بالکل ساکت پڑے تھے... پتا نہیں... واقعی بے ہوش تھے یا جان بوجھ کر انہوں نے آنکھیں بند کر لی تھیں... تاہم اس قدر آسانی سے ان دونوں کو چوٹ دے دینا آسان کام نہیں تھا اور جو ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا، اس میں ضرور کوئی بات تھی۔“

”کس سوچ میں ہو... ج تو تم بھی نہیں سکو گے۔“

”آخر تم چاہتے کیا ہو... اور چکر کیا ہے۔“

”فی الحال تو میں صرف یہ چاہتا ہوں... کہ تم ان دونوں کی طرح بے ہوش ہو جاؤ... تاکہ میں اپنا کام کر سکوں... اوہ تم چاہتے ہو... مجھے شکست دے کر وہ کام کر گزرو... جس کا حکم تمہیں تمہارے والد سے ملا ہے... یہ کہ موبائل کے ذریعہ خفیہ فورس کو یہاں بلا لو... لیکن میں تمہیں ایسا ہرگز نہیں کرنے دوں گا... یہ جنگ تمہیں خود ہی لڑنا پڑے گی... جب آگے ہو تو مقابلہ کرو... مردانہ وار... یہ کیا کہ بلانے چلے خفیہ فورس کو... کیا پہلے تم لوگ پورے کے پورے لشکر سے نہیں نکلا جاتے... میرا مطلب ہے... کسی

اب وہ پھر ان کے درمیان آکھڑا ہوا... پہلے کی طرح، چارٹر وینڈر، پوری طرح ہوشیار... اس بار صرف محمود نے سامنے سے اس پر وار کیا... فرزند اور فاروق کو رک کر اندازہ کرنا تھا... کہ اگر یہ اس کے فوراً بعد کس رخ سے وار کرتا ہے... محمود جو بھی اس سے ٹکرایا... دور جا کر گرا... ساتی ہی فرزند اچھلی اور اس کی گروں سے چٹ گئی... لیکن وہ فوراً بلا کی تیزی سے چکر کھا گیا... اور ایک جھٹکے سے رکا... فرزند کے ہاتھ اکھڑ گئے اور ایک درخت سے جا ٹکرایا... ایسے میں وہ ہٹا اور لولا۔

”رہ گئے تم۔“

”ہاں ارہ گیا میں۔“ فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں

کہنا۔

”پریشان ہو۔“

”نہیں... فکر مند ہوں۔“

وہ اور زور سے ہٹا۔

”اس میں ہٹنے کی کیا بات ہے۔“

”اتنے بڑے آدمی کے چوں کو آج میں نے تلخی کا ناچ بجا ڈالا... ہنسوں نہ تو کیا کروں۔“

”اچھا بھائی جس لو... جب ہنس چکو... تو ہٹا دینا... میرا مقابلہ کے لیے آکھڑا ہوں گا۔“

”لیکن میں تو ہتے ہتے بھی مقابلہ کر سکتا ہوں۔“

فوری دوس کی مدد کے بغیر۔“

”یہ اپنی معلومات آپ نے ہمارے بارے میں کہاں سے حاصل کر لیں... یہاں رہتے ہوئے۔“

”ہا ہا ہا... یہاں رہتے ہوئے کیوں... میں خستے میں تین دن وار حکومت میں گزارتا ہوں۔“

”یہاں کیا کر رہے ہیں آپ۔“

”اس بستی کو کنٹرول کر رہا ہوں۔“

”اس بستی میں ایسی کیا بات ہے۔“

”ابھی چہ ہو... اس بستی کی اہمیت نہیں سمجھ سکو گے۔“

ایچانک فاروق کے جسم کو ایک جھٹکا لگا... اس کے چہرے پر خوف پھیل گیا۔

”کیوں... کیا ہوا...“

”مم... میں بستی کی اہمیت سمجھ گیا۔“

”کوئی پروا نہیں... اب تم کون سا یہاں سے واپس جا سکو گے۔“

”کہاں... شہر یا بستی۔“

”دونوں جگہ... بس اب تم ہمیں دفن کرو دے جاؤ گے۔“

ایچانک فاروق نے دوڑ لگا دی...

”ارے ارے... کہاں بھاگے جا رہے ہو... بزدل کہیں

کے... میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ انسپکٹر جمشید کے

سچے اس قدر بزدل بھی ہو سکتے ہیں۔“

”تو اب سوچ لو۔“ فاروق نے دوڑتے ہوئے کہا... منہ سے

آواز تو وہ نکال نہیں سکتا تھا... اس لیے کہ اس طرح سیاہ پوش کو معلوم ہو جاتا... کہ وہ کہاں ہے... دوڑتے دوڑتے اس نے ایچانک ایک تن

آواز درخت کے پیچھے لوٹ لے لی تھی... اور لگا انتظار کرنے۔

”کہاں ہو بھی... اس طرح تم نہیں جاسکتے...“ سیاہ پوش

کی آواز سنائی دی۔

وہ لب بھی کچھ نہ بولا... اس نے جو کہا تھا... کہاں ہو بھی...

تو اس کا مطلب یہ تھا کہ اسے اس کے بارے میں معلوم نہیں تھا...

پھر ایچانک اس کے ذہن میں کیا آئی... وہ اس درخت پر چڑھتا چلا

گیا... درخت بہت گھٹا تھا اور اس کے پتوں میں وہ خود کو پوری طرح

چھپا سکتا تھا... کچھ ہی بلندی پر پہنچ کر اسے سیاہ پوش نظر آنے لگا... وہ

ادھر ادھر دیکھ رہا تھا... پھر اس نے اسے تالی جاتے دیکھا... فوری

طور پر جنگل سے پتھروں کے قریب لیے چوڑے آدمی ادھر ادھر

سے نکل کر اس کے پاس اکھڑے ہوئے۔

”لیس سر۔“ ایک نے ادب سے پوچھا۔

”لیس سر کے سچے... وہ تیسرا کہاں گیا۔“

”کسی درخت کے نیچے... لیکن وہ جا کہاں سکتا ہے... گاڑی

ان کی ہیکار کھڑی ہے...“ اسی نے کہا۔

”تم اسحق ہو۔“ سیاہ پوش چلا اٹھا۔

”اس میں کیا شک ہے سر۔“

”وہ انسپکٹر جمشید کا بیٹا ہے۔“

”تن... نہیں۔“ وہ ایک ساتھ بولے۔

”دیکھا... میں نے کیا کہا تھا... انسپکٹر جمشید ایک دن ادھر

ضرور آئے گا... اور اسی دن سے میں ذرا تھا... یہ لوگ آگئے ہیں... اور انسپکٹر جمشید تو آتے ہی بستی کا سر دار بن گیا تھا ہے۔“

”یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“

”اندھے ہو... نظر نہیں آتا... تین کو تو تم اپنی آنکھوں سے

یہاں دیکھ چکے ہو... باقی رہ گئے انسپکٹر جمشید، خان رحمان اور پروفیسر

دادو... وہ بستی میں موجود ہیں... اور بستی کے لوگ انسپکٹر جمشید

کو اپنا سر دار مان چکے ہیں۔“

”اس قدر جلد یہ کیسے ہو گیا... جوجی کو کیا ہوا۔“

”جوجی نشانہ بازی میں ان سے مات کھا گیا... اور بستی کے

لوگ تو بس نشانے کو مانتے ہیں۔“ اس نے جملے کئے انداز میں کہا۔

”تب تو ہماری محنت پر پانی پھر جائے گا۔“

”نہیں پھرے گا... میں نے ان کے پر کاٹ دیے ہیں... اب یہ اپنی خفیہ فورس کو نہیں بلا سکیں گے اور تنہا یہ تو مقابلے میں کچھ

نہیں کر سکیں گے... دو کو میں ڈھیر کر چکا... اب تم اس تیسرے کو

چلا کر لے آؤ... اسے میں میں انہیں باندھتا ہوں... کیونکہ یہ بہت

خطرناک ہیں۔“

”لو کے سر... آپ فکر نہ کریں... ہم اسے جانے نہیں دیتے گے۔“

فاروق سکتے میں آ گیا... گویا اس کا یہاں سے نکلنا حد درجے

ضروری تھا اور پیدل وہ جا نہیں سکتا تھا... کیونکہ وہ دار حکومت سے

ڈیڑھ سو کلو میٹر دور آچکے تھے... اور اتنے ہی فاصلے پر آگے وہ مقام

تھا... جہاں انہیں سیر کے لیے پہنچنا تھا... گویا وہ درمیان میں تھا... اب یا تو اسے کوئی موبائل مل جاتا... یا پھر کسی گاڑی میں لفت مل

جاتی... بس اسی صورت میں وہ دار حکومت سے رابطہ قائم کر سکتا تھا

... درخت کی بلندی پر پہنچ کر اس نے چاروں طرف کا جائزہ لیا... یہ

دیکھ کر اسے قدرے اطمینان ہوا کہ سڑک یہاں سے زیادہ دور نہیں

تھی... لیکن یہ پندرہ آدمی بھی تو جلد سڑک تک پہنچ سکتے تھے... آخر

اس نے فیصلہ کیا... پہلے انہیں تھک جانے دے... اس درخت میں

دیکار ہے... جب وہ تھک کر بیٹھ جائیں... اس وقت وہ نیچے اتر کر

سڑک کا رخ کرے... اس نے یہ بھی دیکھا کہ سیاہ پوش محمود اور

فرزاد کوری سے باندھ رہا تھا... اور وہ مکمل طور پر بے ہوش تھے... اگر وہ ہوش میں ہوتے... تو وہ سڑک کا رخ کرنے سے پہلے انہیں

رسیوں سے آزاد کرانے کی کوشش کرتا...

سیاہ پوش جلد ہی ان دونوں کو باندھ کر فارغ ہو گیا... پھر وہ

ان کے پاس آگئی پالٹی مار کر بیٹھ گیا... سادھوؤں کی طرح... ایسے

میں فاروق نے نوں نوں کی ہلکی سی آواز سنی... اس آواز نے سیاہ پوش

میں خطرناک ہیں۔“

کو بھی چونکا دیا... اس نے فوراً اپنی جیب سے ٹرانسمیٹر نکال کر کوئی آلہ نکالا... اس کا ہنر دہاتے ہوئے بولا۔

”لیں سر۔“

دوسری طرف سے کچھ کنا گیا... جواب میں اس نے پھر کنا۔

”لیں سر... آج کی حیرت انگیز خبر... انسپکٹر جمشید اپنے پانچوں ساتھیوں سمیت یہاں پہنچ گئے ہیں... کیا کنا سر... لیکن اس میں میرا کیا قصور... میں نے تو پہلے دن ہی کنا دیا تھا... ان لوگوں کو نہ جانے کیسے بھٹک پڑ جاتی ہے... ہمیں ہر طرح اطمینان رکھنا ہو گا... اور ہم نے اطمینان رکھا... لیکن اس کے باوجود یہ لوگ آگئے... تو اس میں میرا کیا قصور...“ یہ کنا کر رہا تھا... دوسری طرف کی بات سنتا رہا... پھر بولا۔

”لیں سر... ان میں سے دو میرے قلاب میں ہیں!... آپ فکر نہ کریں۔“

”بہت بہتر... میں ایسا کروں گا۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے آلہ بند کر کے جیب میں رکھ لیا... پھر منہ پر دونوں ہاتھ رکھ کر بلند آواز میں بولا۔

”انسپکٹر جمشید کے سچے... سن لو... اگر تم سامنے نہ آگئے تو میں ان دونوں کو گولی مار دوں گا۔“

وہ دھک سے رہ گیا... گویا ٹرانسمیٹر پر بات کرنے والے نے

یہ ترکیب اسے بتائی تھی اور واقعی... یہ ترکیب بہت خوفناک تھی... وہ چکر اکر رہ گیا... اسے اپنے ہوش اڑتے محسوس ہوئے... یہ سوال اس کے سامنے آکھڑا ہوا... اب وہ کیا کرے... خود کو ظاہر کرے یا نہ کرے... ظاہر نہ کرتا تو محمود اور فرزانہ مارے جاتے... اس نے سیاہ پوش کو پستول جیب سے نکالتے دیکھا...

☆...☆...☆

راستا

”یہ... یہ کیا ہوا سردار... آپ گر گئے۔“ شمیلی کے لہجے میں حیرت تھی۔

باقی لوگ بھی حیرت زدہ سے انہیں دیکھ رہے تھے:

”ہاں! شاید میں غلط قدم اٹھا بیٹھا تھا۔“

”سردار! ذرا سنبھل کر... دیکھ بھال کر... آپ نئے نئے سردار ہیں... یہاں کی اونچ نیچ کا آپ کو بالکل پتا نہیں۔“ شمیلی نے طنز یہ انداز میں کہا۔

”اس میں شک نہیں... خیر میں خیال رکھوں گا...“

”تو کیا میں جاؤں... کھیر، لاؤں۔“

”نہیں! آپ ہمیں... کھیر کوئی اور بھالائے گا۔“

”تن جھشید... بھلاؤں میں گئی ایسی کھیر... جس کی وجہ سے میرے دوست کو چوت کھانا پڑی۔“

”اوہ کوئی بات نہیں! پروڈیوسر صاحب... خیر ہے... مس شمیلی... آپ اپنی جگہ کھڑی رہیں... حرکت کرنے کی کوشش کریں گے تو پھر آپ کو سزا دی جائے گی... سردار کا حکم نہ ماننے والوں کو سزا دی

جاسکتی ہے نا...“ انہوں نے بلند آواز میں کہا۔

”بالکل سردار... بالکل۔“ ایک نوجوان نے فوراً کہا۔

”اب اگر مس شمیلی حرکت کریں تو... انہیں باندھ دیا جائے۔“ دیکھے یہ شمیلی صاحبہ کیا یہیں پیدا ہوئی تھیں۔

”نہیں سردار... یہ بوڑھے سردار کی منہ بولی بیٹھی ہیں...“

سردار شکار پر گئے تھے تو یہ انہیں جنگل میں بے ہوش پڑی ملی تھیں...

ان کی کہانی یہ ہے کہ انہیں کچھ معلوم نہیں... یہ کون ہیں اور اس

جنگل میں کیسے پہنچ گئی تھیں... بس بابا انہیں اپنے ساتھ لے آئے۔

”اوہ اچھا... ہاں تو میں نے کیا کہا ہے بھلا۔“

”اگر اب یہ کوئی حرکت کرنے کی کوشش کریں تو انہیں باندھ دیا جائے۔“

”ہاں! بالکل... بلکہ انہیں باندھ ہی دیا جائے... کیونکہ ایسا

معلوم ہوتا ہے... یہ کوئی حرکت ضرور کریں گی۔“

”بہت اچھا سردار۔“

یہ کہہ کر وہ نوجوان اور اس کے ساتھ دو اور ساتھی شمیلی کی طرف بڑھے۔

”خبردار! کوئی میری طرف نہ بڑھے۔“

”کک... کیا مطلب... یہ کیا بات ہوئی۔“ نوجوان بوکھلا اٹھا۔

”کیوں... کیا بات ہے۔“ انسپکٹر جھشید مسکرائے۔

”ایسا کبھی نہیں ہوا... سردار نے کوئی حکم دیا ہو اور کسی نے حکم ماننے سے انکار کیا ہو...“

”ارے تو پکڑ لو اس باغی لڑکی کو۔“ انہوں نے منہ ہٹایا۔
وہ اسے پکڑنے کے لیے دوڑے... وہ ان سے کئی کتر اکر نکل گئی اور ایک سمت میں بھاگ نکلی... ساتھ ہی وہ چلائی۔

”آپ خود کیوں نہیں پکڑ لیتے۔“
”شاید یہی کرنا پڑے گا۔“

یہ کہتے ہی انہوں نے اس کے پیچھے چھلانگ لگا دی... اتنی دیر میں وہ بہت دور جا چکی تھی اور بستی کے لوگ اس سے بہت فاصلے پر ہو چکے تھے اور لمحہ بہ لمحہ یہ فاصلہ بڑھ رہا تھا... انہوں نے لمبی لمبی چھلانگیں لگائیں اور بستی کے لوگوں سے آگے نکل گئے...
”آؤ... میرے پیچھے... تم کیسے لوگ ہو... ایک لڑکی کو نہیں پکڑ سکتے۔“

”ہم... ہم شرمندہ ہیں سردار... لیکن یہ بات ہمیں زندگی میں آج پہلی بار معلوم ہوئی ہے۔“
”کون سی بات؟“

”یہ کہ شمالی اس قدر تیز بھی دوڑ سکتی ہے۔“
”آؤ... انسپکٹر جیشید... آؤ۔“

اس کے منہ سے اپنا نام سن کر انہیں ایک جھٹکا لگا... ساتھ ہی ان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”بہت جلد کھل کر سامنے آگئی ہو۔“
”اب کیا کریں گے چھپا کر...“

”کیا کریں گے... کیا مطلب... کیا کوئی اور بھی ساتھ ہے۔“
”ہاں! کیوں نہیں... میرے ساتھ اور ہیں... آپ نے نمود، فاروق اور فرزانہ کو شاید خود یہاں سے نکل جانے کا اشارہ کیا تھا... شاید دارالحکومت کوئی پیغام دینے کے لیے... لیکن وہاں میرا ساتھی ان کا استقبال کرنے کے لیے بالکل تیار ہو گا اور میرا ساتھی مجھ سے کہیں زیادہ بڑی چیز ہے... کہیں بڑھ کر طاقت ور ہے... اگر میں آپ کو تکلیف کا ناچ چا سکتی ہوں تو وہ انہیں چو گئی کا ناچ نچا دے گا۔“

”اس کا اور آپ کا نام کیا ہے۔“

”چھوڑیں انسپکٹر جیشید... نام میں کیا رکھا ہے۔“

”لیکن میں بتا سکتا ہوں۔“

”آپ بتا سکتے ہیں...“ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

”ہاں! کیوں نہیں... میں بتا سکتا ہوں۔“

”چلتے پھر بتائیں۔“

اب وہ دوڑ بھی رہے تھے اور باتیں بھی کر رہے تھے... انسپکٹر جیشید ابھی تک درمیانی فاصلہ کم نہیں کر پائے تھے... ان کے ساتھی تو اب بہت دور رہ گئے تھے... پھر اچانک وہ ایک سیدھ میں دوڑ پڑی... انہوں نے محسوس کر لیا کہ وہ سڑک کی طرف جارہی ہے... گویا اس کا پروگرام اب اپنے ساتھی کی طرف جانے کا تھا۔

”آپ نے میرا اور میرے ساتھی کا نام نہیں بتایا انسپکٹر جمشید۔“

”تمہارا نام روٹی ہے... اور تمہارے ساتھی کا بابا۔“

”واہ... انسپکٹر جمشید... تمہاری معلومات کی تعریف کیے بغیر نہیں رہا جاتا... ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ تمہیں ہمارے بارے میں معلوم ہو گا۔“

”پہلے معلوم نہیں تھا... ابھی معلوم ہوئی ہے یہ بات۔“

”یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے... لٹنی کہ۔“ وہ ہلکانی اور پھر اچانک نظروں سے غائب ہو گئی۔

”ہم اس بستی میں کسی پروگرام کے تحت ہرگز نہیں آئے تھے... اگر یہ بات ہوتی تو اس وقت خفیہ فورس ہمارے ساتھ ہوتی... جب کہ تمہیں دیکھتے اور پہچانتے ہی میں نے خفیہ فورس کو بلانے کی ضرورت محسوس کر لی تھی۔“

”مجھے تو خیر اس پر بھی حیرت ہوئی تھی۔“

”کک... کس پر۔“ اس کی آواز اب درخت کے پیچھے سے سنائی دی۔

وہ مسکرا دیے اور اس طرف دوڑے... ساتھ میں بولے۔

”اس پر کہ... مم... مگر نہیں... آپ دوڑ کر آرہے ہیں...“

یا تو آپ وہیں رک جائیں... ورنہ پھر میں چھپ کر جواب دوں گی۔“

”ہمیں جواب سے زیادہ تمہاری ضرورت ہے۔“ انمول

نے دوڑنا جاری رکھا۔

یہاں تک کہ اس درخت تک پہنچ گئے... لیکن وہ اس کے پیچھے نہیں تھی... اب کہیں اور چلی گئی تھی...

”چلو اب تو جواب دو۔“

”تم لوگوں کو یہاں دیکھ کر مجھے حد درجے حیرت ہوئی تھی... میں نے فوراً بابا کو خبردار کر دیا تھا... لیکن وہ مار کھا گئے... ارے ہاں آپ نے بابا کا نام نہیں بتایا۔“ وہ ہنسی۔

”یہ کیا مشکل ہے... ڈو گئی۔“

”واہ... واہ... مانا گئے۔“ اس نے تالی جھاوی...

وہ اس درخت کی طرف دوڑے... جس کے پیچھے سے تالی جانے کی آواز سنائی دی تھی... لیکن وہ اس کے پیچھے بھی نہیں تھی۔

”اب بتاؤ... پروگرام کیا ہے۔“

”ہم آپ کو پالا نہیں پکڑائیں گے... آپ کو یہی ختم کر دیں گے... آپ کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں کہ ادھر ہیں... سب کو اس تفریحی شہر کے بارے میں معلوم ہو گا... لہذا جب آپ اپنے شہر نہیں پہنچیں گے... تو آپ کو وہاں تلاش کیا جائے گا... اور وہاں آپ کا نام و نشان تک نہیں ملے گا۔“

”اور تم لوگ یہاں اپنا کام جاری رکھو گے... کیوں... یہی بات ہے نا۔“

”وہ تو صاف ظاہر ہے۔“ لڑکی ہنسی۔

”تب پھر میں تمہارے پیچھے کیوں بھاگوں... تم خود میری طرف آؤ گی۔“
”وہ کیسے؟“

”ہمیں ختم کرنے کا پروگرام اگر ہے... تو آتا ہو گا۔“
”نہیں... میں باپڑا کے پاس جا رہی ہوں... میں اور باپڑا مل کر مقابلہ کریں گے... ڈو لگی تو کیا کام ہے...“
ان الفاظ کے ساتھ ہی خاموشی چھا گئی... شاید وہ درختوں کی اوٹ لے لے کر سڑک کی طرف بڑھ رہی تھی۔
انہوں نے بھی اپنے اندازے کے مطابق سڑک کا رخ کیا... اور رفتار بھی کافی تیز رکھی... ایسے میں انہیں محمود، فاروق اور فرزانہ کا خیال آیا... خان رحمان اور پروفیسر داؤد تو خیر دوڑ میں ان سے پیچھے رہ گئے تھے... البتہ بستی والوں سے بہت آگے تھے۔

انہوں نے منہ سے الو کی آواز نکالی... خان رحمان نے فوراً جواب دیا۔ انہوں نے پھر الو کی آواز نکالی... وہ پھر بولے... اتر طرح جلد ہی دونوں ان تک پہنچ گئے...
”اس کا مطلب ہے... وہ نکل گئی۔“ خان رحمان نے برابر منہ بتایا۔

”وہ کوئی عام لڑکی نہیں ہے۔“
”آخر یہ کون لوگ ہیں اور یہاں کیا کر رہے ہیں۔“

”یہ اس بستی کے ذریعے چپ چپاٹے اپنا کام کر رہے ہیں اور حکومت کو کانٹوں کا ان پٹا تک نہیں۔“ انہوں نے منہ بتایا۔
”لیکن کیا کام۔“

”یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے... یہ لوگ ہمیں گھیر کر مارنے کے چکر میں ہیں... میں بھی انتہائی طاقتور... اور تیز طراز... لہذا پہلے ہم ان سے ٹھٹ لیں... محمود، فاروق اور فرزانہ کی طرف سے کوئی جواب نہیں مل رہا... اس کا مطلب ہے... وہ اس کے ساتھی کے قتل میں ہیں... ویسے اس میں ان کا بھی کوئی قصور نہیں... ہمیں خطرے کا احساس بہت بعد میں ہوا ہے... میں نے زون کو بہت دیر سے پہچانا۔“ ان کے لہجے میں افسوس تھا۔

”روٹی... کون رہتی۔“ خان رحمان چونک اٹھے۔
”ارے بھئی... وناس کی روٹی کو بھول گئے... اور باپڑا سے کو... اور ڈو لگی کو۔“

”اوہ... اوہ... اب یاد آیا... وناس کی حکومت نے ہمارے پڑوسی ملک خافستان پر زبردستی قبضہ کر لیا تھا... اور وہاں اپنی مرضی کے لوگوں کی حکومت قائم کر لی تھی... مرضی کے لوگوں میں یہ تین بھی شامل تھے... لیکن پھر خافستان کے کچھ جیالوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا... اور ان کے خلاف جہاد شروع کیا... ایک مدت تک یہ جہاد جاری رہا... آخر مسلمان وناس کے لوگوں کو اپنے ملک سے نکالنے میں کامیاب ہو گئے... فرار ہونے والوں میں یہ تینوں بھی شامل

تھے... ہم ان کی تصاویر اخبارات میں اکثر دیکھتے رہے ہیں... میں
یہاں اس لڑکی کے میک اپ زدہ چہرے کو دیکھ کر پہلے چونک ضرور
گیا تھا... لیکن یہ بعد میں سمجھا کہ وہ رونی ہے۔“

”اف مالک... ان کا یہاں کیا کام... یہ تو وناس کے
خطرناک ترین لوگ ہیں... اور انہی تینوں کے ذریعے تو وناس نے
اپنی حکومت قائم کیے رکھی تھی۔“ پروفیسر گھبرا کر بولے۔

”ہاں! آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں... یہ حد درجے خطرناک
لوگ ہیں... دراصل خافستان کا ایک حصہ اب تک غداروں کے قبضے
میں ہے... اس حصے کی مدد یہ لوگ براہِ کر رہے ہیں... کیونکہ ان
کے ذریعے وہ ایک بار پھر خافستان پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں... لہذا آئے
دن ان غداروں کو اسلحہ پہنچانا ان کی ذمہ داری ہے... لہذا اس
بستی کو درمیانی راستا بنایا گیا ہے... اب یہ اسی وقت ممکن ہے...
جب اس بستی پر ان کا قبضہ ہو جاتا... چنانچہ یہاں کے اصولوں کے
مطابق... بوڑھے کو سردار بنایا گیا... نشانہ بازی کا ماہر تو وہ تھا ہی... لہذا
اس کے لیے مقابلہ جیتنا کیا مشکل تھا۔“

”لہلہ... لیکن جیشید... اس بستی کے لوگوں نے غیر ملکی کو...“

”اوہو... میک اپ میں آئے تھے... ہمارے قومی لباس
میں... جیسے میں بن گیا سردار۔“ وہ ہنسے۔

”ہاں! اب بات سمجھ میں آئی۔“ خان رحمان نے سر دھو
بھری۔

”اور بستی کے لوگوں کو پتا تک نہیں چلا... کہ یہ لوگ کیا
کر رہے ہیں۔“

”نہیں... یہ کام رات کی تاریکی میں ہوتا ہو گا... سردار
صاحب رات کو ہی اپنے ساتھی کے ساتھ بستی کے لوگوں کے دکھ
درد معلوم کرنے کے بہانے گشت کرتے ہوں گے... اور اسلحے کی
چینیاں لانے والوں کو راستا دیتے ہوں گے...“

”اف مالک... ہمارے دوست ملک کے خلاف سازش
ہمارے ملک کے ایک حصے کے ذریعے ہو رہی ہے... اب اگر یہ بات
خافستان کی مسلمان حکومت کو ہو جائے تو وہ یہ خیال کریں گے کہ ہم
ان کے خلاف اس سازش میں شریک ہیں۔“

”ہاں! بالکل یہی بات ہے... لہذا ان تینوں کی گرفتاری بہت
ضروری ہے... ورنہ یہاں تکام ہونے کی وجہ یہ لوگ یہی پروپیگنڈہ
کریں گے... کہ پاک لینڈ انہیں اسلحہ پہنچاتا رہا ہے۔“

”اف مالک! یہ الزام بہت خوفناک ہے۔“

ایسے میں چند فائر ہوئے... گولیاں ان کے سروں پر سے
گزر گئیں... پھر رونی کی چمکتی آواز سنائی دی۔

”تم چاروں طرف سے گھر چکے ہو ان فیکٹر جیشید... اب فرار
کا کوئی راستا نہیں رہ گیا... لہذا ہاتھ اوپر اٹھاؤ... اسی میں بھڑی
ہے... ورنہ ہم فائرنگ کر دیں گے۔“

☆...☆...☆

کیا!!!

فاروق نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا... جیسے سوچ رہا ہو... اب کیا کرے... ایسے میں محمود نے بلند آواز میں کہا۔
 ”ہماری فکر نہ کرو فاروق... وہ کام بہت ضروری ہے... جو لبا جان نے ہمارے ذمے لگایا ہے۔“
 ”ہاں بالکل فاروق شلباش۔“ فرزانہ بولی۔
 ”تب پھر... یہ دونوں رخصت ہوئے اس دنیا سے... میں انہیں گولی مار رہا ہوں۔“
 ”نہیں... میں... میں سامنے آ رہا ہوں۔“
 ”خیر دار فاروق... بزدل کہیں کے... سامنے آ کر تم کیا تیر مارو گے... ہمارے ساتھ تم بھی جان سے جاؤ گے... ہم تو مارے جائیں گے... تم بھی بے فائدہ موت کے منہ میں آ جاؤ گے... کیا اس سے یہ بہتر نہیں کہ تم ہماری فکر نہ کرو... اور وہ کام کرو جس کا حکم ملا ہے... اس طرح صرف ہم دونوں اپنی جانوں سے جائیں گے... لیکن کام تو نہیں رکے گا...“
 ”تت... تم ٹھیک کہتے ہو... واقعی...“ فاروق کی آواز سنائی

دی۔

”شلباش! اب تم نے ٹھیک بات کہی...“
 ”خیر وار... میں انہیں گولی مار رہا ہوں...“ سیاہ پوش گر جا۔
 فاروق کی طرف اب کوئی جواب نہ ملا... یہ دیکھ کر محمود

بہتا۔

”اب وہ تمہاری باتوں میں نہیں آئے گا... بلکہ گیدڑ بھکیلی میں نہیں آئے گا۔“
 ”اچھا... تو یہ گیدڑ بھکیلی ہے۔“ وہ غرایا۔
 ”ہاں بالکل... یہ گیدڑ بھکیلی ہے...“
 ”خیر... تم دونوں تو پہلے ہی مدھے ہوئے ہو... تم کہاں بھاگے جا رہے ہو... اب پہلے ہم اسے پکڑیں گے... دوڑ لگا دو بھی... سڑک کی طرف اور دو در و در تک پھیل جاؤ... جہاں سے بھی وہ سڑک پر آئے... بس پکڑ کر لے آؤ۔“
 ”اوکے سر... آپ فکر نہ کریں۔“ کئی آوازیں ابھریں۔
 پھر دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی... جلد ہی خاموشی چھا گئی... سیاہ پوش ان کے پاس آکھڑا ہوا... دونوں کے چروں پر طنز یہ مسکرائیں... جیسے کہہ رہے ہوں... بس بھینچ دیا ہمیں دوسری دنیا میں۔“
 ”گھبراؤ نہیں... جیتوں کو ساتھ ہی بھیجیں گے... بلکہ چھ کے چھ کو۔“

”شکر یہ... بہت بہت۔“

اچانک دوڑتے قدموں کی آواز پھر سنائی دی... لیکن اس بار آواز نزدیک آ رہی تھی...

”ارے! یہ کیا... اس قدر جلد لے آئے یہ تو۔“ سیاہ پوش

ہنسا۔

”نن... نہیں... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“ محمود بوکھلا کر بولا۔

”تم ہمارے ساتھیوں سے واقف نہیں... اور پھر اس بستی

پر تو اس وقت آخر میرے ساتھیوں کا قبضہ ہے...“

”لیکن اب نہیں رہے گا... اس لیے کہ اب سردار کوئی اور

ہے۔“

”اس کی سرداری آج ہی ختم ہو جائے گی... فکر نہ کرو۔“

ایسے میں دوڑنے والے نزدیک آ گئے...

”کس... سر۔“ وہ سیاہ پوش کو دیکھ کر رک گئے اور کچھ کہنا

چاہا۔

”کیا بات ہے... تم بستی کو چھوڑ کر ادھر کیوں آئے ہو۔“

سیاہ پوش غرایا۔

”کیا... کیا انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی ادھر نہیں پہنچے

اب تک۔“

”نن... کیا مطلب؟“ سیاہ پوش چونکا۔

”وہ مارا۔“ فرزانہ چلائی۔

”خیردار... خاموش رہو... تلاش کرو... وہ ادھر ہی کہیں

ہیں۔“ سیاہ پوش نے بوکھلا کر کہا۔

”مزا آگیا۔“ محمود نے چمک کر کہا۔

”میں نے کہا ہے... خاموش رہو۔“ وہ سرد آواز میں بولا۔

”اچھی بات ہے... اب ہم نہیں بولیں گے، لیکن آپ ہمیں

کب تک نہیں بولنے دیں گے۔“

”گڑبڑ ہوتی نظر آتی ہے۔“

یہ کہہ کر اس نے جیب سے ٹرانسمیٹر نکالا اور جلدی جلدی

کسی سے خفیہ الفاظ میں بات کرنے لگا... ایسے میں محمود اور فرزانہ کو

اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا... ساتھ ہی محمود نے

محسوس کیا کہ جوتے کی ایزلی سے چاقو نکالا گیا ہے... وہ بے سدھ

پڑے رہے... پھر ان کی رسیاں کتنا شروع ہو گئیں... ادھر سیاہ پوش

اپنی بات چیت میں الجھا ہوا تھا... آخر کسی نے انہیں ہلایا... یہ اس

بات کا اشارہ تھا کہ رسیاں مکمل طور پر کٹ چکی ہیں... اب انہوں نے

گھوم کر دیکھا... وہ فاروق تھا... تینوں مسکرا دیے...

ادھر سیاہ پوش نے ٹرانسمیٹر بند کیا اور ان کی طرف مڑتے

ہوئے بولا:

”اب میں دیکھوں گا... انسپکٹر جمشید کیا کرتے ہیں میرے

مقابلے میں... ارے... یہ کیا... یہ... یہ دونوں کہاں چلے گئے...

ارے باپ رے... یہ رسیاں کس طرح کٹ گئیں...“

وہ بری طرح چکر اگیا اور جلدی جلدی ادھر ادھر دوڑنے بھاگنے لگا... لیکن وہ دونوں اسے نظر نہ آئے... ایسے میں ایک بھاری پتھر اس کے سر پر لگا... وہ دھب سے گر... انھد رہا تھا کہ دوسرا پتھر دائیں کندھے پر لگا... اور اسی وقت تیسرا پتھر بائیں کندھے پر لگا... اس کے منہ سے چیخ نکل گئی... سر سے خون بہنے لگا... پھر تو اس پر گویا پتھروں کی بارش شروع ہو گئی... یہاں تک کہ اس کی چیخیں دم توڑ گئیں۔

”کیا خیال ہے... بس کر دیں۔“

”نہیں... یہ لوگ بہت خطرناک ہیں... جب تک اس کے جان سے جانے یقین نہ ہو جائے... پتھروں کی بارش جاری رہے گی۔“ فرزانہ کی آواز سنائی دی۔

”کہیں ابا جان ناراض نہ ہو جائیں۔“ محمود نے کہا۔

”نہیں ہوں گے... جاری رکھو۔“ فرزانہ نے کہا اور اس کے سر کا نشانہ لے کر ایک پتھر اور پھینکا... انہوں نے بھی پتھر اڑا جاری رکھا... یہاں تک کہ وہ انہیں مردہ محسوس ہونے لگا۔

”محمود... ذرا الو کی آواز منہ سے نکالنا۔“

”اوہ ہاں... پہلے جب ابا جان نے منہ سے الو کی آواز نکالی تھی تو ہم جان بوجھ کر خاموش رہے تھے... ورنہ اس طرح سیاہ پوش چوتک اٹھتا... اور ان پر پھپھپ کر وار کرنے کی کوشش کرتا...“

”ہاں لیکن اب ایسا کوئی خطرہ نہیں ہے۔“

محمود نے منہ سے الو کی آواز نکالی... جلد ہی انہوں نے خان رحمان اور پروفیسر داؤد کو اس طرف آتے دیکھا۔

”اوہ... یہ... یہ کون ہے۔“

”ان سب کا کرتا دھرتا۔“

”اوہ... لیکن ابھی وہ باقی ہے... وہ لڑکی... یعنی رونی۔“ خان رحمان بولے۔

”رونی... یہ کیا نام ہوا۔“

”ان کے نام رونی، بابو اور ڈوگرے ہے... یہ وناس کے آدمی ہیں... وناس سے اسلحہ خائنستان کے قداروں کو پہنچاتے ہیں... تاکہ خائنستان میں اسلامی حکومت مضبوط نہ ہو سکے۔“

”اوہ... اوہ۔“ وہ دھک سے رہ گئے۔

”لیکن جہید کہاں ہے۔“

”وہ... وہ تو ابھی تک ادھر نہیں آئے۔“

”وہ رونی کے تعاقب میں تھے... اور لگتا ہے... رونی ان کے ہاتھ آئے والی نہیں ہے۔“

”بوڑھا کہاں گیا۔“

”بوڑھا بستی کے لوگوں کے قبضے میں ہے... اس کی فکر نہ کرو... اصل پریشانی رونی کی ہے... اگر وہ ان کے ہاتھ لگ جاتی ہے تو بات ختم۔“

”نہن نہیں... نہیں۔“ محمود نے خوف زدہ ہو کر کہا۔

”کیا نہیں...“
”بات ختم نہیں ہوگی اس طرح۔“

”کیا مطلب۔“
”یہ ٹرانسمیٹر پر کسی کو صورت حال بتا چکا ہے... اور کچھ نہ
کچھ ہونے والا ہے...“

”جب پھر اب ہم موبائل پر خفیہ فورس سے رابطہ کر سکتے
ہیں۔“

انہوں نے ذرا آگے بڑھ کر سیاہ پوش کی تلاشی لی... اور جلد
ہی اپنے موبائل تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے... بس پھر کیا تھا...
فوری طور پر خفیہ فورس سے رابطہ ہو گیا... محمود نے جلدی جلدی
صورت حال بتائی اور فون بند کر دیا۔

”اب ہم اطمینان کا سانس لے سکتے ہیں۔“
”ہرگز نہیں۔“ انہوں نے روٹی کی آواز سنی۔

وہ ہری طرح اچھلے... روٹی ایک درخت کی اوٹ سے نکل کر
ان کے سامنے اچانک آئی تھی پھر اس کی نظریں سیاہ پوش پر پڑیں...
وہ بہت زور سے اچھلی۔

”یہ... یہ کیا... یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں... یہ کیسے ہو سکتا
ہے۔“

”کیوں... کیا بات ہے... کیا نہیں ہو سکتا۔“
”یہ... یہ کیسے ہو گیا... یہ تو سو آدمیوں پر بھاری ہیں۔“

”اوہو اچھا... یہ تو ہمیں معلوم نہیں تھا۔“ فاروق بے یو کھلا
کر کہا۔

”چلو اب تو معلوم ہو گیا... اب میں تم لوگوں کو حرا
بکھاؤں گی... تیار ہو جاؤ۔“

”ابھی ابھی تو ہم ان سے فارغ ہوئے ہیں... کچھ دیر تو دم
ہیے دیں ہمیں۔“ فاروق نے منہ بنایا۔

”اب تم مشکل ہی دم لے سکو گے...“
”تین میں سے دو کو ہم بیکار کر چکے ہیں... اب آپ رہ گئی
ہیں... آپ کتنی دیر ٹھہر سکیں گی ہمارے مقابلے پر... آجائیں... ہو
جائیں دو دو ہاتھ۔“

”نہیں محمود۔“ ایسے میں انہوں نے انسپکٹر جمشید کی آواز سنی
”واہ... خوب حرا آئے گا۔“

اسی وقت انسپکٹر جمشید سامنے آگئے... ان کے چہرے پر
پر سکون مسکراہٹ تھی... سیاہ پوش کی لاش دیکھ کر یہ مسکراہٹ گہری
ہو گئی...

”تم لوگوں کا یہ کارنامہ خوب رہا، شہباز کے حق دار ہو۔“
”تو دے دیں نا... دیر کس بات کی۔“

”ابھی نہیں... اس سے دو دو ہاتھ کر لوں ذرا۔“
”مطلب یہ کہ آپ کریں گے دو دو ہاتھ... تیاری تو ہم
نے کی تھی...“

”نہیں... تم چوٹ کھا جاؤ گے... یہ محترمہ کچھ زیادہ ہی تیز ہیں۔“

”یہ سیاہ پوش کچھ کم تو نہیں تھے۔“

”ہاں! اس پر حیرت ہے... لیکن روئی سے مقابلہ میں کروں گا۔“

”باہداز! نسیم پر موجودہ صورت حال کی اطلاع دے چکا ہے۔“

”تب ہمیں جنگ کی تیاری کرنا ہو گی... کیا تم فورس کو اطلاع دے چکے ہو۔“

”جی... ہاں! لیکن ایسا ابھی چند منٹ پہلے ہی ہوا ہے۔“

”اوہ نہیں...“

”ان کے لہجے میں خوف تھا۔“

”کک... کیا ہوا بابا جان۔“

”میں نے تو تمہیں بہت پہلے بھیج دیا تھا۔“

”سیاہ پوش نے ہمارا رستہ روک لیا تھا۔“

”اوہ نہیں... یہ لوگ تو یہاں سے چند منٹ کے فاصلے پر ہیں... ان کی فوج تو پھر آتی ہی ہو گی۔“

”کیا!!!“

”وہ چلا اٹھے... ساتھ ہی ڈالی نے ان پر پھلانگ لگا دی۔“

☆...☆...☆

منگل

”فوج تو جب آئے گی... آئے گی انسپکٹر جمشید... پہلے تم مجھ سے مقابلہ کر لو... تم لوگوں کے لیے تو میں ہی کافی ہوں۔“

یہ الفاظ اس نے پھلانگ لگاتے ہوئے کہے تھے... اور پھر وہ اس بری طرح انسپکٹر جمشید سے ٹکرانی تھی کہ وہ اچھل کر دور جا کر گرتے نظر آئے... ساتھ ہی وہ ساکت ہو گئے...

انہوں نے لکھلا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا... لیکن ان کے پاس اس کا بھی وقت کہاں تھا... روئی تو دوسری پھلانگ لگا چکی تھی... اور اس بار محمود سے ٹکرانی تھی... محمود کی سیدھ میں فاروق کھڑا تھا... لہذا وہ بھی لپیٹ میں آ گیا... وہ دھڑام سے گرے اور پھر نہ اٹھ سکے...

”ارے باپ رے... انکل جلدی سے کچھ کریں۔“ فرزانہ چلائی۔

”اچھی بات ہے۔“ یہ کہہ کر پروفیسر داؤد نے جیب سے کچھ نکالنا چاہا... لیکن اسی وقت ان کے سر پر اس کا پاؤں لگا۔

کمال کی اچھل کود کر رہی تھی... بس یوں لگتا تھا جیسے خلی

کو نہ رہی ہو۔ ایک پل میں اوہر تو دوسرے پل میں اوہر... ابھی
پروفیسر گرے تھے کہ وہ فرزانہ کے جسم سے نکل آئی... فرزانہ اونچے
اچھلی... اس نے فرزانہ کو دونوں ہاتھوں پر روکا اور اونچا اچھال دیا...
فرزانہ بالکل سیدھی اوپر گئی... پھر جو نمی زمین پر گری... اس نے
ایک ٹھوکر اس کے پہلو میں رسید کر دی... فرزانہ کے منہ سے چیخ
نکل گئی...

اب میدان میں صرف خان رحمان رہ گئے... وہ ان کے
سامنے جا کر کھڑی ہوئی اور مسکرا کر بولی:

”آپ کا کیا پروگرام ہے۔“

”وہی... جوان کا۔“ وہ بولے۔

”آپ کی آنکھوں میں خوف نہیں دیکھ رہی ہوں۔“

”میں ایک فوجی ہوں...“ انہوں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”تو پھر یہ لیں۔“

یہ کہہ کر اس نے سیدھا ہاتھ ان کے سینے پر مارا... وہ فوراً

جھک گئے... ہاتھ سینے کے بجائے... ان کے کندھے پر لگا... انہیں

یوں محسوس ہوا جیسے کندھے میں کوئی تیز دھار والا آلہ داخل ہو گیا ہو۔

ان کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی... اور پھر وہ گرتے

گئے۔

”اٹھ جائیں میجر... اب اور ڈر امانہ کریں۔“ رہائی نے کہا۔

”اوکے سر۔“

رکھا۔

”بابا بابا۔“ سیاہ پوش کا قہقہہ گونج اٹھا... ان میں سے جو

توڑے بہت ہوش میں تھے... ان کے ہوش اس قہقہے نے بالکل

الٹ دیے... وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ بابا ابھی زندہ ہے... نہ

صرف زندہ ہے بلکہ وہ تو زخمی ہوا ہی نہیں تھا... ڈراما کرتا رہا تھا۔

”اگر تم نہ آجائیں تو میں اس ڈرامے کو ابھی اور طول دیتا...“

چلو خیر... ان کے لیے اتنا ہی کافی ہے، چلے تھے... میجر بابا کو فوج

کرنے... یہ کیا جائیں... یہ لوگ میجر بابا... کیپٹن روٹی اور کرنل

انگریز کو کبھی بھی شکست نہیں دے سکتے... کرنل ڈونگری ابھی

تک نہیں پہنچے۔“ یہ کہہ کر اس نے اوہر اوہر دیکھا... اٹھ کر وہ پہلے

کھڑا ہو چکا تھا۔

”میں آچکا ہوں...“

انہوں نے بوڑھے سردار کی آواز سنی... اب تو مارے حیرت

کے ان کی حالت خراب ہو گئی...

”ان سب کو باندھ دیا جائے... فوج کے آنے سے پہلے ہی

میں اپنا کام پورا کر لیتا چاہیے... اس کے بعد فوج کو اس طرح مقرر

رہا ہے کہ ان کی خفیہ فورس کے پڑنے اڑ جائیں... اور انہیں ہوش

میں بھی لایا جائے... تاکہ ہم انہیں حیرت کے سمندر میں غرق

ہوتے بھی دیکھ سکیں اور قہقہہ لگا سکیں۔“

”اوکے سر۔“

بازن طین کے لوگ یوروں کی بستی کے رہائشی ہیں... کیونکہ یہی لوگ اوہر کا اسلحہ اپنے ساتھیوں تک پہنچا سکتے ہیں... جو خالصان کے مسلمانوں سے لڑ رہے ہیں۔

”نن... نہیں... نہیں۔“ انسپکٹر جمشید مارے خوف کے ڈرے۔

”اب تم موت سے ڈر رہے ہو...“ رونی تھیں۔

”یہ بات نہیں... میں اپنی خفیہ فورس کے لیے پریشان ہوں... ان لوگوں کو گویا خود ہم نے موت کے منہ میں بلایا ہے۔“ انہوں نے کانپتی آواز میں کہا۔

”اس میں تو خیر کوئی شک نہیں... اور اب ماتم کرو اپنی بے وقوفی کا۔“

”ہم لوگ ماتم نہیں کرتے... ماتم حرام ہے... کسی کے مرنے پر بھی ہم تو ہنس مبر کرتے ہیں... آنکھوں سے آنسو بھی خاموشی سے بہاتے ہیں... آواز سے رونے... بین کرنے... بال نوپنے چبھنے جلانے سے ہمارے نبی کریم حضرت محمد ﷺ نے منع فرمایا ہے۔“

”یہ کیا ذکر لے بیٹھے تم۔“ باید اچلا اٹھا۔

”شاید تمہیں برا لگا... اس کا مطلب ہے... تم و ناسی نہیں... بازن طینی ہو۔“

”یہ... یہ کیسے اندازہ لگایا تم نے۔“ وہ زور سے اچھلا۔

”ایسے ذکر پر... ایسی باتوں پر چڑنا بازن طینیوں کا کام ہے۔“

نہ جانے کس کس سمت سے مسلح افراد نکل نکل کر ان کے آس پاس جمع ہو گئے اور لگے انہیں بری طرح باندھنے... ایسے میں بوڑھے نے کہا:

”بھی بہت احتیاط سے باندھنا... یہ لوگ رسیاں کاٹ ڈالنے یا کھول لینے کے بھی بہت ماہر ہیں۔“

”آپ ان لوگوں کو گھیر ڈالا کر اس طرف کیسے لے آئے۔“ ایک باندھنے والے نے کہا۔

”اس کے لیے بہت پہلے منصوبہ بندی کر لی گئی تھی۔“ باید

پڑا۔

انہیں مکمل طور پر باندھ دیا گیا... پھر ہوش میں لایا گیا... کچھ تو ہوش میں تھے ہی... اب سب مکمل طور پر ہوش میں آ گئے... اس وقت بوڑھے سردار نے کہا۔

”ان کی فورس کے آنے میں کتنا وقت باقی ہے۔“

”قریباً دو گھنٹے لگیں گے۔“ باید اچلا۔

”اور ہماری فوج آپہنچی ہے... اول تو بستی کے لوگ کیا کم ہیں۔“

”کیا مطلب... بستی لوگ۔“ خان رحمان بوکھلا اٹھے۔

”ہاں! اسے بے وقوف لوگو... اس بستی کے لوگ۔“

یوروں کی بستی اب مسلمانوں کی بستی نہیں رہ گئی... ہم لوگ بستی کے تمام مسلمانوں کو پہلے ہی ختم کر چکے ہیں اور اب وہ ناکارہ

”ختم کرو... ہم تمہاری ایسی باتیں نہیں سن سکتے... ان کے منہ پر ٹیپ چپکادو... سب کے منہ پر... تاکہ یہ منہ سے آواز بھی نہ نکال سکیں...“ بایدانے بلند آواز میں کہا۔
”او کے سر۔“

پھر ان سب کے منہ پر ٹیپ چپکادی گئی۔

”اب تم صرف سنو گے... آج کا دن تمہارے لیے صرف سننے کا دن ہے... سناتے کا نہیں... اور پھر سننے کے بعد چپ چاپ مر جانے کا... کیوں... یہ کیسی کامیابی ہے... ہم تم لوگوں کو ادھر گھیر کر لائے ہیں... دارالحکومت میں کچھ اخبارات اور رسالے شائع ہو رہے ہیں... یہ ہمارے اپنے ہیں... وہ خفیہ طور پر ہمارے لیے کام کر رہے ہیں... ان میں ہم نے ایسی خبریں شائع کرائیں کہ انسپکٹر جمشید کے کان کھڑے ہو گئے... وہ محسوس کرنے لگے... یوروں کی بستی میں ضرور کوئی گڑبڑ ہے... لہذا اس کا جائزہ لینا چاہیے... چنانچہ اپنی عادت کے مطابق انسپکٹر جمشید تم نے یہاں کا پروگرام خفیہ طور پر بنایا، اپنے ساتھیوں کو بالکل بے خبر رکھا۔ بلکہ سیر کا پروگرام بھی وہ ان کی طرف سے ترتیب دیا گیا... جگہ کا نام ضرور تم نے تجویز کیا... اور گاڑی خود تم چلا رہے تھے... لہذا اس جگہ سڑک پر تم نے جان بوجھ کر گاڑی میں کوئی خرابی پیدا کر دی... اور اتر آئے... ہمیں تو پہلے ہی شہر سے رپورٹ مل چکی تھی کہ شکار آرہے ہیں... لہذا ہم نے پورا طرح ڈراما کرنے کا پروگرام ترتیب دے ڈالا... بس ذرا لطف لے

کے لیے۔ ورنہ... جب تم گاڑی سے اتر کر جنگل کی طرف آئے... تو کیا ان درختوں پر بیٹھے ان گنت لوگوں کی گولیوں سے تم بچ سکتے تھے... اس لیے کہ ہمارے پاس بڑا اسلحہ بھی ہماری مقداد میں موجود ہے... ہم چند راکٹ لاٹچر چلاتے اور آپ لوگوں کے پیچھے بڑے اڑ جاتے... لیکن ہم نے سوچا... ذرا مزہ رہے گا... ایسا کھیل انسپکٹر جمشید دوسروں سے کھیلتے ہیں... آج کیوں نہ ہم ان سے کھیلیں... چنانچہ ہم نے تم لوگوں کے ساتھ کھیل کھیلا... اب دیکھ لو... چاروں طرف یوروں کی بستی کے لوگ تمہارے سروں پر کھڑے ہیں... یہ ہمارے ایک اشارے کے منتظر ہیں... تم لوگوں کی یونیاں نوچ لیں گے... لیکن ابھی نہیں... انسپکٹر جمشید... ہم چاہتے ہیں... مرنے سے پہلے تم اپنی خفیہ فورس کا انجام بھی سن لو۔“

”لیکن...“ انسپکٹر جمشید کی آواز گونج اٹھی۔

”لیکن کیا؟“ بایدا بولا۔

”لیکن... تمہیں یہ سب کرنے کی ضرورت کیا تھی۔“

”تم لوگ وٹاس کی نظروں میں بہت چبھتے ہو... اور اس سے زیادہ بازنطین حکومت کی نظروں میں اور اس سے بڑھ کر انتشار، ہنگام اور شہر جستان کی نظروں میں... یہ سب طاقتیں... صرف اور صرف تمہاری موت چاہتی ہیں۔“

”تو کیا یہ بات حیرت کی نہیں۔“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

”کون سی بات؟“ بایدانے بڑا سناٹہ بنایا۔

”یہ اتنی طاقتیں صرف اور صرف ہماری موت چاہتی ہیں اور ہم پھر بھی اللہ کی مہربانی سے زندہ سلامت ہیں۔“

”اسی لیے تو یہ پروگرام ترتیب دیا گیا ہے۔“

”اللہ کی مہربانی سے ہم زندہ ہیں۔“ خان رحمان بولے۔

”ہمارے پروگرام کی وجہ سے۔“ رونی نے طنز یہ کہا۔

”خیر خیر... دیکھا جائے گا۔“

”اب تم کیا دیکھو گے... دیکھنا ہے تو ہماری فوج کا یہاں سے گزرنا دیکھو... پوری فوج کو ان کے سامنے سے گزار کر سڑک کی طرف لے جایا جائے... اور سڑک کے دونوں طرف درختوں کی اوٹ میں اس طرح پوزیشن لی جائے کہ اپنا ایک آدمی بھی ضائع نہ ہو اور خفیہ فورس کا ایک آدمی بھی نہ چپائے۔“

”ایسا ہی ہو گا سر۔“ ایک بولا۔

ایسے میں چند ہوائی فائروں کی آوازیں سنائی دیں۔

”فوجی آگئے سر۔“

”ٹھیک ہے... تم لوگ جاؤ... اور انہیں ہدایات دو... اچھی

طرح سمجھا دو۔“

”اور آپ... ان کے پاس رہیں گے۔“ ایک نے حیران

ہو کر کہا۔

”ہاں کیوں... کیا یہ اس حالت میں بھی خطرناک ہیں۔“

”ہاں سر... یہ ہر حالت میں خطرناک ہیں... بس مردہ

حالت میں یہ خطرناک نہیں ہیں۔“

”تم فکر نہ کرو... ہم آج ان کی ساری خطرناکی نکال دیں

گے... اس سے زیادہ ہرے یہ کب بچتے ہوں گے۔“

”اوکے... سر۔“

اور پھر انہوں نے فوج کے گزرنے کا منظر اپنی آنکھوں سے

دیکھا... وہ اس قدر جدید اسلحے سے لیس تھے کہ ان لوگوں نے اس

جیسا اسلحہ ابھی تک نہیں دیکھا تھا۔

”جشید... فورس کا کیا بنے گا۔“ خان رحمان نے ڈوبتی

آواز میں کہا۔

”اللہ مالک ہے۔“ انہوں نے فوراً کہا۔

”ہاں واقعی... اللہ مالک ہے۔“

”اگر ان کا وقت آگیا ہے اور ہمارا وقت آگیا ہے... تو ہم

کر ہی کیا سکتے ہیں... اس موقع پر ایک واقعہ یاد آگیا... نبی کریم ﷺ

کے زمانے کا واقعہ... وہ سن لو... دلوں کا ڈھارس ہو گی۔“

”ضرور سنائیں... یوں بھی اس وقت ہمیں کوئی کام نہیں

ہے... بلکہ ہم اس وقت کوئی کام کرنے کے قابل ہی نہیں ہیں۔“

محمود نے کہا۔

”ہاں ضرور... کیوں نہیں... سنو... حضور نبی کریم ﷺ

کی خدمت میں چند لوگ حاضر ہوئے اور عرض کی، اے اللہ کے

رسول ﷺ... ہماری بستی ابھی ابھی اسلام لائی ہے... ہمیں دین

کی تعلیم کی بہت ضرورت ہے... ہم سب کو بالکل کچھ معلوم نہیں... لہذا آپ ہمارے ساتھ اپنے کچھ لوگوں کو بھیج دیں... جو ہمیں دین سکھائیں... آپ ﷺ نے ان کی درخواست قبول کی اور ان کے ساتھ ستر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھیج دیا... جب کہ یہ لوگ ابھی کافر تھے اور دھوکا دینے کی نیت سے آئے تھے... اپنے علاقے میں پہنچ کر انہوں نے ان ستر صحابہ کرام کو گھیر لیا اور قتل کر ڈالا... ان ستر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کا آپ ﷺ کو حد درجے رنج ہوا... آپ ﷺ نے ان کے قاتلوں کے لیے مسلسل بد دعا فرمائی... یہ واقعہ ہیر معونہ کے قریب پیش آیا... یعنی مسلمان حضرات کو معونہ نامی کنویں کے پاس شہید کیا گیا... لہذا سیرت کی کتابوں میں اسے ہیر معونہ کا واقعہ لکھا جاتا ہے... تو دیکھو... ایسا بھی ہوا ہے... اگر آج دھوکے سے ہماری فورس کو شہید کر دیا تو ہم ہیر معونہ کے شہداء کو یاد کر کے صبر کریں گے۔

”ارے بھائی.. تم صبر کرنے کے لیے کب زندہ رہو گے۔“

بوڑھا سر دار ہنس۔

وہ فوج کو گزرتے دیکھتے رہے... بعد ازاں میں بھی وہ فورس سے کئی گنا تھے اور پھر درختوں کی اوٹ میں پوزیشن لیے ہوئے کی صورت میں فورس کے چچ جانے کا امکان ایک فیصد بھی نہیں رہ گیا تھا...

انہیں اپنے دل پیچھے محسوس ہوئے۔

”ابھی تک ایک بات سمجھ میں نہیں آئی... آخر مسٹر بابا ہمارے

پتھروں سے زخمی کیوں نہیں ہوئے... اور وہ جو خون بہتا رہا تھا... وہ کیا تھا۔“

”وہ سب ڈراما تھا... خوشی حاصل کرنے کا ڈراما... میرے ہم پروف لباس کے ساتھ جانوروں کے خون کی تھیلیاں بھی موجود تھیں... پتھر گرنے سے وہ تھیلیاں پھٹی تھیں۔“

”اوہ اوہ... اتنا کچھ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔“

”تم لوگوں سے ہم نفرت ہی اس حد تک کرتے ہیں... کہ جتنے بڑے بڑے ڈرامے کر ڈالیں... کریں۔“

”حد ہو گئی... کاروقی جل گیا۔“

”وہ تو ابھی ہو گی۔“

”کوئی پروا نہیں... لیکن ایک بات تم لوگ بھی لکھ لو۔“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

”لکھ چکے ہیں... بلکہ تیاری بھی کر چکے ہیں۔“ بابا ہنس۔

”کیا مطلب... میں نے بات بتائی نہیں... تم نے لکھ کیے

لی۔“ وہ اور حیران ہو کر بولے۔

”ہمس... دیکھ لو... اگر دیکھنا چاہتے ہو۔“

”ہمس... میں کچھ نہیں دیکھنا چاہتا۔“

”تمہاری مرضی۔“

اور پھر فوج تمام کی تمام گزر گئی... اس وقت بابا نے کہا۔

”کیا خیال ہے... انسپکٹر جمشید... کیا تمہاری بے خبر خفیہ

فوری اس فوج کا مقابلہ کر سکے گی... جب کہ یہ ہوں گے بھی درختوں کی اوٹ میں... اور اس سڑک پر درخت بے تحاشہ ہیں۔“
”ہم کچھ نہیں کہہ سکتے... مستقبل کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔“
”لیکن ہم تمہیں بتا سکتے ہیں...“

”کیا بتا سکتے ہیں۔“ انہوں نے پریشان ہو کر کہا۔

”ٹھیک ایک گھنٹہ میں فوری سبھی پہنچے گی... اور سب کی سب ایک ہی وقت میں ہمارے فوجیوں کا نشانہ بن جائے گی... وہ اس طرح کہ فوجی سڑک پر دور بہت دور تک پھیلتے جا رہے ہیں... فوری کی آخری گاڑی جب آخری فوجی تک پہنچے گی... تب وہ اس طرف کے پہلے فوجی کو اشارہ دے گا... بلکہ یہ اشارہ سب کے لیے ہو گا... اس وقت... ایک ہی وقت میں پوری فوری کو نشانہ بنایا جائے گا۔“
”نہیں... نہیں۔“

انسپیکٹر حبشید کی چیخ میں بلا کا خوف سمٹ آیا۔

”اور انسپیکٹر حبشید... یہ بھی سن لو... اس پروگرام کی ریہرسل پہلے ہی کر لی گئی ہے... یہ سب ہمارے پروگرام کے عین مطابق ہو گا۔“

”نہیں... نہیں۔“ وہ پھر چلائے...

”ہاں بالکل... اب تک ہر کام ہمارے پروگرام کے عین مطابق ہوا ہے... لو... دیکھ لو... ہم نے تمہارے لیے جنگل میں منگول کا پروگرام ترتیب دیا ہے... جنگل میں ایک ویڈیو فلم دیکھنا شروع

کرو... تاکہ یہ ایک گھنٹا گزارنا تمہارے لیے مشکل نہ ہو... یہ فلم تمہیں بتائے گی... کہ ہم نے کیا پروگرام ترتیب دیا تھا... اس پروگرام کی ایک ایک تفصیل اس فلم میں نظر آئے گی... یہاں تک کہ آخری سین فوری کی تباہی کی تفصیل بھی تم دیکھ سکو گے۔“

”فہ... فوری کی تباہی۔“ فاروق چلا اٹھا۔

”کیوں... ہے تاہم کسی ناول کا نام۔“ اس نے طنز یہ انداز میں کہا۔

”نہیں... نہیں... نہیں۔“

وہ سب چلا اٹھے... ایسے میں باہوا کی جیب میں رکھے ٹرانسمیٹر پر نوں نوں کی آواز گونج اٹھی... وہ زور سے چوتکا۔

☆...☆...☆